ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ

۱۰ رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ --- اکتوبر ۲۰۰۶ء

نورِ ہدایت

القرآن

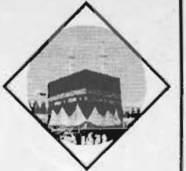

’’(روزوں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن نازل ہوا۔ جو لوگوں کا رہنما ہے۔ اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (جو حق وباطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو' چاہیے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے۔‘‘ (البقرہ:۱۸۵)

الحدیث

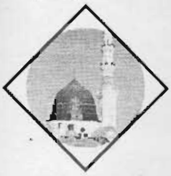

اَخْرَجَ الدَّارُ قُطْنِیُّ وَابْنُ عَساکِرَعَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: ’’قَالَ لِی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ’’سَأَلْتُ اللّٰہَ اَنْ یُّقَدِّمَکَ ثَلَاثاً. فَأَبٰی عَلَیَّ. اِلَّا تَقْدِیْمَ اَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہ‘‘.

(’’اَلصَّوَاعِقُ الْمُحْرِقَۃ‘‘ مَعَ ’’تَطْھِیْرُ الْجِنَانْ‘‘ ص ۲۱ طبع مصر: ۱۳۷۵ھ، ۱۹۵۶ء)

ترجمہ: محدثِ شہیر امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ’’کتاب سُنن‘‘ میں اور مورخ ومحدثِ شام علامہ ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی ’’کتابِ تاریخ‘‘ میں براہِ راست سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ: خود مجھے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ: ’’میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے پہلا خلیفہ بنانے کے متعلق تین بار درخواست کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے انکار کیا۔ اور ابوبکر کو پہلا خلیفہ بنانے کے فیصلہ کا اظہار فرمادیا۔‘‘

الآثار

’’اللہ کریم کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ اس نے ہمیں زندگی کی اس مختصر مہلت میں ایک بار پھر رمضان المبارک کی پاکیزہ گھڑیاں نصیب فرمائیں۔ یہ بات ہر باشعور مسلمان جانتا ہے کہ روزہ، دین اسلام کا تیسرا اہم رکن ہے۔ اس کی فرضیت کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں واضح احکامات بیان فرمائے ہیں۔ اور احادیثِ رسول ﷺ میں بھی تفصیل اور تاکید موجود ہے۔ قرآنِ کریم میں جہاں روزہ کی اہمیت اور غرض وغایت بیان کی گئی ہے' وہاں رمضان المبارک کے نزولِ اجلال کی حکمت بھی بیان فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ’’اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے' جس طرح تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیے گئے تھے۔ تاکہ تمہارے اندر تقویٰ اور پرہیزگاری پیدا ہو (البقرہ:) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ’’جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں سے ایک دروازے کا نام ’’ریان‘‘ ہے۔ جس میں صرف روزے دار داخل ہوں گے۔ (بخاری ومسلم) (’’احکام ومسائل‘‘۔ مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ)

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 17 شمارہ 10 رمضان 1427ھ --- اکتوبر 2006ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بیاد ---

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

بانی ---

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ

زیر سرپرستی ---

مولانا خواجہ خان محمد مد ظلہ

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری

مدیر مسئول ---

سید محمد کفیل بخاری

معاون مدیر ---

شیخ حبیب الرحمن بٹالوی

رفقاء فکر ---

پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر ---

محمد الیاس میراں پوری

i4ilyas1@hotmail.com

سرکولیشن منیجر ---

محمد یوسف شاد

زر تعاون سالانہ

اندرون ملک	150 روپے
بیرون ملک	1000 روپے
فی شمارہ	15 روپے

ترسیل زر بنام: نقیبِ ختمِ نبوت

اکاؤنٹ نمبر 5278-1

یو بی ایل چوک مہربان ملتان

تشکیل

دل کی بات	"حمیت نام تھا جس کا"	مدیر	02
تعزیتی شذرات:	صاحبزادہ طارق محمود کی رحلت	ادارہ	04
تاریخ:	احرار کا قافلہ تحفظ ختم نبوت اور آپ کا تعاون	سید محمد کفیل بخاری	05
دین و دانش:	درس قرآن	محمد احمد حافظ	10
//	عید الفطر ... صدقۃ الفطر	مولانا سید ابوذر بخاری	13
//	رسول اللہ ﷺ کی چند پیش گوئیاں	حکیم محمود احمد ظفر	16
افکار:	طول اقتدار کی نئی منصوبہ بندی اور مشترکات	سید محمد معاویہ بخاری	19
شاعری:	نعت رسول مقبول ﷺ	پروفیسر خالد شبیر احمد	23
//	بازار شریعت میں ترامیم کے انبار	شورش کاشمیری	24
//	کیا دولت نایاب لٹی موت کے ہاتھوں	انور مسعود	25
//	۸ راکتوبر ۲۰۰۵ء دی یاد	شیخ حبیب الرحمن بٹالوی	26
شخصیت:	مولانا عتیق الرحمن تائب رحمہ اللہ	پروفیسر خالد شبیر احمد	27
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	32
سرگزشت:	پاکستان میں طالبان کے آخری سفیر ملا عبدالسلام ضعیف کی خودنوشت (پہلی قسط)	[ترجمہ و تلخیص فدا محمد عدیل]	33
سفرنامہ:	تین دن آرزوؤں اور حسرتوں کی سرزمین میں (آخری قسط)	مولانا محمد عیسیٰ منصوری	37
مکتوب:	یحییٰ نعمانی بنام مولانا الیاس نعمانی	ادارہ	47
حسن انتقاد:	تبصرۂ کتب	ذوالکفل بخاری	51
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام کی سرگرمیاں	ادارہ	55

ای میل ایڈریس
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوۃ شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

رابطہ: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

☎061-4511961

دل کی بات

''حمیت نام تھا جس کا......''

ہمارے پرویز بادشاہ اِن دنوں امریکہ کے طویل ترین دورے پر ہیں۔ وہ رمضان المبارک کے روزے امریکہ میں ہی ''گزار'' رہے ہیں۔ ان کا حالیہ دورۂ امریکہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ امریکہ یاترا سے پہلے وہ افغانستان بھی گئے۔ صدر کرزئی سے اُن کی ملاقات کسی اہم ایجنڈے کا حصہ تھی۔ صدر بش سے اُن کی دو ملاقاتیں ہو چکی ہیں۔ ایک تنہا اور دوسری افغان صدر حامد کرزئی کے ہمراہ۔ انہوں نے جنرل اسمبلی سے خطاب کیا۔ صحافیوں اور پاکستانی کمیونٹی سے خطاب کیا۔ ان کے خطبات مسلسل ہو رہے ہیں اور جب تک وہ امریکہ میں ہیں' خطاب ہوتے رہیں گے۔ انہیں امریکہ میں پاکستان سے زیادہ پذیرائی ملی ہے۔ اسی لیے اُن کا فوری طور پر پاکستان واپس آنے کو جی بھی نہیں چاہ رہا۔

قیامِ امریکہ کے دوران انہوں نے بہت اہم باتیں کہی ہیں۔ تجزیہ نگاروں نے اپنے اپنے انداز میں اُن پر تبصرہ کیا ہے۔ شاید انہوں نے اسی وقت کو ان باتوں کے لیے موزوں ترین خیال کیا ہے۔ لیکن اُن کے بیانات کا ردِّ عمل بھی ساتھ ہی ساتھ سامنے آ رہا ہے۔

پرویز بادشاہ نے فرمایا......

''امریکہ نے پاکستان پر بمباری کی دھمکی دی تھی۔''

صدر بش نے کہا:

''میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں۔''

سابق امریکی نائب وزیر خارجہ رچرڈ آرمیٹج نے کہا......

''میں نے جنرل محمود (سابق سربراہ آئی ایس آئی) کو پیغام دیا تھا۔ پیغام میں سخت زبان ضرور استعمال کی گئی تھی لیکن بمباری کی دھمکی نہیں تھی۔ میں نے کہا تھا: آپ طالبان کا ساتھ چھوڑ دیں اور امریکہ کی حمایت کریں۔ ہاں یا ناں میں جواب دیں۔ جنرل محمود نے پیغام پہنچانے میں اشتعال انگیز زبان استعمال کی۔''

پرویز بادشاہ نے فرمایا:

''ڈاکٹر عبدالقدیر نے پیسے اور انا کی تسکین کے لیے جوہری راز فروخت کیے۔''

اس کا جواب تو ڈاکٹر عبدالقدیر ہی دے سکتے تھے لیکن وہ تو طویل زبان بندی اور نظری بندی کے شکنجے میں ہیں۔ اس دُرفشانی پر ہر محبِّ وطن پاکستانی شہری کا یہی تبصرہ تھا کہ اپنے قومی ہیرو اور محسن کو ہاتھ پاؤں باندھ کر اور منہ بند کر کے اس طرح رسوا کرنا' اعلیٰ اخلاق اور روشن خیالی کا کونسا انداز ہے؟

انہی دنوں اُن کی کتاب ''ان دی لائن آف فائر'' بھی منظر عام پر آ گئی ہے۔ جس میں درج بالا انکشافات کے علاوہ اور بھی کئی رازہائے دروں سے پردہ سرکایا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ: ''القاعدہ کے ۳۵۰ زیر حراست افراد کی حوالگی پر

امریکہ سے کئی ملین ڈالر پاکستان کو ملے۔'' مگر سی آئی اے نے اس کی بھی تردید کی ہے۔

انھی دنوں پاکستان میں طالبان کے آخری سفیر ملا عبدالسلام ضعیف کی خودنوشت کتاب بھی منظر عام پر آئی ہے۔ دونوں کو سامنے رکھ کر موازنہ کیا جائے تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کون راہِ عزیمت کا مسافر ہے۔ حالانکہ دونوں زندہ ہیں۔

جناب پرویز بادشاہ کے دورۂ امریکہ سے قبل' حدود آرڈی نینس کو موضوع بحث بنایا گیا۔ اسی بحث کی گونج میں کئی اہم قومی مسائل گم کر دیئے گئے۔ پھر تحفظ ختم نبوت پر مشتمل غیر متنازعہ اور مسلمانوں کے متفقہ عقائد پر مبنی کئی کتابوں پر پابندی لگائی گئی۔ جو قطعاً فرقہ واریت کی زد میں نہیں آتیں۔ البتہ امریکی محکمہ خارجہ کی رپورٹ ۲۰۰۶ء برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی کی زد میں ضرور آتی ہیں۔ حالیہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ امریکہ کو پاکستان میں تحفظ ختم نبوت، قانون توہین رسالت اور حدود آرڈی نینس جیسے دیگر قوانین پر اعتراض ہے' جن میں تبدیلی کے لیے مسلسل دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔

لیکن ہمارے وزیر اعظم شوکت عزیز نے فرمایا کہ:

''ہم پر کوئی دباؤ نہیں۔ ہم اپنے فیصلے کرنے میں آزاد اور خود مختار ہیں۔''

''تحفظ حقوقِ نسواں بل'' جو مختلف کمیٹیوں کی زد میں ہے لیکن جناب پرویز نے اس کے متعلق بھی امریکہ میں اعلان فرمایا ہے:

''پاکستان پہنچ کر اس کو منظور کرالوں گا۔ مجھے چند لوگوں کے احتجاج کی کوئی پروا نہیں۔''

جناب پرویز نے واشنگٹن میں پاکستانی کمیونٹی سے خطاب کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ:

''ہم اسلامیات کے نصاب کو مکمل طور پر تبدیل کر رہے ہیں۔ موجودہ سلیبس میں حقوق اللہ پر زیادہ توجہ دی گئی ہے جس سے انتہا پسندی کا عنصر سامنے آتا ہے۔ جبکہ حقوق العباد پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔''

اسلامیات کے نصاب میں باقی بچا ہی کیا ہے جو اُسے مزید تبدیل کرنا ہے۔ ایمان، جہاد، تقویٰ پہلے ہی غائب ہو چکے ہیں۔ ان امور سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث شریفہ نصاب سے خارج ہو چکی ہیں۔ اب حقوق اللہ کو چھوڑ کر حقوق العباد کی ادائیگی کا امریکی تصور نصاب میں شامل کرنا باقی رہ گیا ہے۔ سو یہ حسرت بھی پوری کر لی جائے اور کوئی ارمان باقی نہ رہے۔

قارئین محترم! یہ دنیا کی عظیم اسلامی جمہوری مملکتِ خداداد پاکستان کے صدر محترم کے روشن روشن عقائد و خیالات ہیں۔ جن کا وقتاً فوقتاً وطن عزیز میں بھی اظہار ہوتا رہتا ہے لیکن امریکہ میں کچھ زیادہ ہی اظہار ہوا ہے۔ جس کے نتیجے میں صدر بش نے ہمارے پیارے بادشاہ کی بہت ہی تعریف کی ہے۔ امریکہ کے لیے اُن کی خدمات کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا ہے اور ہمارے بادشاہ پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ بش اور پرویز میں غیر معمولی ہم آہنگی اور مشابہت پیدا ہو گئی ہے۔ ۲۰۰۷ء میں عام انتخابات کی نوید مسرت بھی سنائی ہے جو ''صاف، شفاف اور منصفانہ'' ہوں گے۔

اس منظر کے پیچھے کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے؟ سب پر عیاں ہے۔ قومی غیرت و حمیت، ملک کی نظریاتی اساس اور آئین میں طے شدہ متفقہ قومی امور سب کچھ برباد ہو کے رہ گیا ہے۔ اشکبار آنکھوں کے ساتھ یہی دعا کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے وطن کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

صاحبزادہ طارق محمود کی رحلت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما صاحبزادہ طارق محمود ۱۲ر ستمبر کو فیصل آباد میں رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت ہی خوبیوں والے انسان تھے۔ وہ مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کے لائق فرزند اور حقیقی جانشین تھے۔ اُن کے والد مرحوم طویل عرصہ مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے۔ صاحبزادہ طارق محمود کو جرأت و شجاعت، خطابت اور صحافت ورثہ میں ملی تھیں۔ وہ مجلس احرار اسلام اور خانوادۂ امیر شریعت سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ انہوں نے آخری تقریر ۷ر ستمبر کو دفتر احرار لاہور میں منعقدہ ''تحفظ ختم نبوت کانفرنس'' میں کی۔ مولانا اورنگ زیب اعوان بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ گزشتہ سال مسجد احرار چناب نگر اور جامع مسجد چیچہ وطنی میں مجلس احرار اسلام کی ختم نبوت کانفرنسوں میں بعض مہربانوں کے روکنے کے باوجود شریک ہوئے۔ اور فرمایا کہ خانوادۂ امیر شریعت میرا پیر خانہ ہے۔ میں اُن کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ صاحبزادہ طارق محمود رحمہ اللہ اپنے والد مرحوم کے جاری کردہ ماہنامہ ''لولاک'' کے مدیر تھے۔ شورش کاشمیری مرحوم سے بہت متاثر تھے۔ انہی کے انداز میں بولنے اور لکھنے کی کوشش کرتے۔ مجلس احرار اسلام کے امیر حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، مرکزی سیکرٹری اطلاعات جناب عبداللطیف خالد چیمہ، مرکزی نائب ناظم میاں محمد اویس، صوفی غلام رسول نیازی اور فیصل آباد کے تمام احرار کارکن اُن کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ مجلس احرار اسلام کی تمام قیادت اور کارکنان، صاحبزادہ صاحب مرحوم کے انتقال پر مغموم ہیں اور اُن کی مغفرت کی دعاء کرتے ہیں۔ تمام پسماندگان اور مجلس تحفظِ ختم نبوت کے اکابر و کارکنان سے اظہارِ ہمدردی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائے اور حسنات قبول فرمائے۔ (آمین)

مولانا محمد عارف سنبھلی رحمہ اللہ ممتاز عالم دین اور مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (لندن) کے چچا زاد اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے۔ گزشتہ ماہ بھارت میں انتقال کر گئے۔

★ والدہ مرحومہ، حافظ محمد عاصم سیال و حافظ محمد یوسف سیال (مرحوم) احمد پور شرقیہ (یکم ستمبر ۲۰۰۶ء)

★ خالد عزیز مرحوم۔ مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے مخلص کارکن اور سالار عبدالعزیز مرحوم کے اکلوتے فرزند

★ صوفی غلام محمد (تیل والے) کے جواں سال فرزند، محمد ابوبکر مرحوم۔ (یکم ستمبر ۲۰۰۶ء) رحیم یار خان

★ شیخ محمد حسن لدھیانوی مرحوم، انتقال: یکم رمضان ۱۴۲۷ھ، ۲۵ر ستمبر ۲۰۰۶ء۔ شیخ قمر الدین لدھیانوی مرحوم کے فرزند اور شیخ حسین اختر لدھیانوی کے چچازاد ★ اہلیہ مرحومہ، استاد محمد یٰسین (ٹمبر مارکیٹ ملتان) ★ فخر الدین مرحوم کی اہلیہ مرحومہ (ٹمبر مارکیٹ ملتان)

قارئین سے درخواست ہے کہ رمضان المبارک کی مقبول ساعتوں میں دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کا خاص اہتمام فرمائیں۔

دعائے صحت

★ حافظ محمد فاروق (مدرسہ معمورہ ملتان کے سابق سفیر) فالج کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔

★ ہمارے کرم فرما شیخ جاوید (ملتان) کا کم سن بھتیجا اور محمد عمران کا بیٹا شدید علیل ہے۔

★ حسین احمد بن قاری اللہ دتہ (ملتان) ★ جام احمد بخش منڈھیرا (ماہڑہ، مظفر گڑھ) ★ محمد بشیر (برادر جیولرز دہلی گیٹ ملتان)

سید محمد کفیل بخاری
ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

احرار کا قافلۂ تحفظ ختم نبوت اور آپ کا تعاون

عقیدۂ ختم نبوت' اسلام کی روح، ایمان کی جان اور وحدتِ امت کی اساس ہے۔ امتِ مسلمہ کی بقاء و استحکام اسی عقیدہ میں مضمر ہے۔ یہود و نصاریٰ نے تکمیل دین کے اعلان کے بعد پہلی ضرب عقیدۂ ختم نبوت پر لگائی تا کہ امتِ مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کیا جائے۔ نبی ختمی مرتبت ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے آخری دنوں میں فتنۂ ارتداد نے سر اٹھایا۔ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اسود عنسی کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ میں حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور مسیلمہ کذاب کو خلیفۂ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ جہادِ یمامہ میں سینکڑوں صحابہ شہید ہوئے مگر انہوں نے خاتم النبیین ﷺ کے قولِ فیصل ''جو مرتد ہو جائے 'اسے قتل کر دو'' کو سچ کر دکھایا۔

یوں تو چودہ صدیوں میں سو سے زائد ملعون اور جھوٹے افراد نے نبوت کے دعوے کیے اور اپنے اپنے عہد میں عبرتناک انجام سے دوچار ہو کر جہنم کا ایندھن بنے مگر گزشتہ صدی کے آخر میں ہندوستان کے نصرانی حکمران' انگریز نے امتِ مسلمہ میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لیے ایک ملعون شخص مرزا قادیانی کو اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لیے منتخب کیا۔ یہ شخص (بقول خود) ''انگریز کا وفادار اور خود کاشتہ پودا'' تھا اور اسی وفاداری کے تحت اس نے پہلے اپنے آپ کو مبلغ و مناظر اسلام کے طور پر متعارف کرایا اور پھر بتدریج مہدی، مجدد، مسیح موعود، ظلی و بروزی نبی اور آخر میں معاذ اللہ محمد و احمد (ﷺ) ہونے کا دعویٰ کیا۔ سب سے پہلے علماء لدھیانہ اور بعد میں علماء دیوبند نے اس پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ مسلمانوں میں اضطراب بڑھا اور محدث کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری قدس سرہٗ نے فتنۂ قادیانیت کے عوامی محاسبہ کے لیے علماء حق کو تیار کیا۔ مارچ ۱۹۳۰ء میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ کی انجمن خدام الدین لاہور کے سالانہ جلسہ میں حضرت انور شاہ کاشمیریؒ نے پانچ سو علماء کی معیت میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو 'امیر شریعت'' منتخب کیا اور اُن کے ہاتھ پر فتنۂ قادیانیت کے محاسبہ و تعاقب کے لیے زندگی وقف کرنے کی بیعت کی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے مجلس احرار اسلام کے تحت ''شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت'' قائم کر کے قافلۂ ختم نبوت تشکیل دیا۔ مرزا کی جنم بھومی قادیان میں مجلس احرار اسلام کا دفتر، مدرسہ، مسجد اور لنگر خانہ قائم کیا۔ قادیانیوں نے تشدد، قتل، خوف و ہراس اور مسلمانوں کو زدوکوب کرنے کے تمام ذلیل ہتھکنڈے آزمائے مگر منہ کی کھائی۔

قادیانیوں نے کشمیر کو اپنی سازشوں کا مرکز بنایا تو مجلس احرار نے ۱۹۳۰ء کی تحریک کشمیر میں پچاس ہزار کارکنوں کی گرفتاری اور چنیوٹ کے الٰہی بخش شہید سمیت کئی کارکنوں کی شہادت پیش کر کے قادیانیوں کی سازش ناکام کی اور ڈوگرہ

راج کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا۔

مجلس احرار اسلام نے میاں قمر الدین رحمہ اللہ (لاہور) کو ''ختم نبوت وقف قادیان'' کا صدر اور مولانا عنایت اللہ چشتیؒ (ساکن چکڑالہ ضلع میانوالی) کو قادیان میں پہلا مبلغ مقرر کیا۔ پھر احرار رہنما، فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ ، مولانا لعل حسین اخترؒ اور قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ قادیان میں مرکز احرار اسلام میں بیٹھ کر قادیانیوں کو للکارتے اور مسلمانوں کے حوصلے بڑھاتے رہے۔

۲۱، ۲۲، ۲۳ر اکتوبر ۱۹۳۴ء کو مجلس احرار اسلام نے قادیان میں تین روزہ عظیم الشان ''ختم نبوت کانفرنس'' منعقد کی ، جس میں تمام زعماءِ احرار اور ہندوستان بھر کے علماء خصوصاً حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مفتی کفایت اللہ، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا ابوالوفاء شاہجہان پوری، مولانا ظہور احمد بگوی اور مولانا ظفر علی خان رحمہم اللہ نے شرکت کی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے حلقہ کے تمام علماء سمیت تائید وحمایت کر کے مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے لیے اپنی طرف سے مالی تعاون بھی فرمایا۔ مرشد العلماء حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ کی دعائیں اور سرپرستی ہمیشہ احرار کے ساتھ شامل رہی۔ اس مشن میں مجلس احرار اسلام کو برصغیر کے تمام علماء و مشائخ کی تائید وحمایت اور دعا و تعاون حاصل تھا۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی صدارت میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے تاریخی خطاب نے مسلمانوں میں تحفظ ختم نبوت کا جذبہ بیدار کیا۔ الحمد للہ! قادیانیوں کی ہوا اکھڑ گئی اور احرار کے قافلۂ تحفظ ختم نبوت کو فتح حاصل ہوئی۔

قیامِ پاکستان کے بعد قادیانیوں نے پاکستان کی سلامتی کو نقصان پہنچانے کی سازش کی اور انگریز کا حق نمک ادا کرتے ہوئے اُن کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے سرگرم ہوگئے۔ انگریزوں کے ایماء پر پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان قادیانی کو بنایا گیا۔ جس نے تمام ریاستی وسائل کو قادیانی ارتداد کی تبلیغ اور اقتدار پر شب خون مارنے کی سازشوں کو پروان چڑھانے پر صرف کیا۔ ملک پر عملاً قادیانیوں کی حکومت تھی۔ مرزا بشیر الدین ۱۹۵۲ء میں بلوچستان کو ''احمدی سٹیٹ'' بنانے کی پیش گوئیاں کر رہا تھا۔ ان حالات میں مجلس احرار اسلام نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت میں تمام مکاتبِ فکر کے جید علماء کو متحد کر کے ''کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' تشکیل دی۔

۱۹۵۳ء میں تحریک تحفظ ختم نبوت برپا ہوئی۔ سفاک و ظالم جنرل اعظم خان نے مارشل لاء لگادیا۔ بدترین ریاستی تشدد کے ذریعے ہزاروں سرفروشانِ احرار اور فدائیانِ ختم نبوت کو گولیوں کا نشانہ بنا کر شہید کیا گیا، تمام رہنما قید کر لیے گئے۔ بظاہر تحریک کو تشدد کے ذریعے کچل دیا گیا۔ مجلس احرار اسلام کو خلافِ قانون قرار دے کر ملک بھر میں احرار کے تمام دفاتر سربمہر اور ریکارڈ قبضہ میں لے کر تلف کر دیا گیا۔ زعماءِ احرار چین سے بیٹھنے والے کہاں تھے۔ ۱۹۵۴ء میں قید سے رہا ہوئے تو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ، شیخ حسام الدینؒ ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ ، مولانا محمد حیاتؒ ، مولانا لال حسین اخترؒ ، مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ ، مولانا تاج محمودؒ اور دیگر

احرار رہنما سر جوڑ کر بیٹھے۔ مجلس احرار اسلام پر پابندی کے باوجود تحفظ ختم نبوت کے مشن کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ ستمبر ۱۹۵۴ء میں احرار کی شیرازہ بندی کر کے اور شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کو بحال کر کے ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کے نام سے کام کا آغاز کیا گیا۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۲ء تک مجلس احرار خلافِ قانون رہی۔ لہٰذا مجلس تحفظ ختم نبوت کے نامِ خوش نام سے احرار سرگرمِ عمل رہے۔ ۲۱ ر اگست ۱۹۶۱ء کو حضرت امیر شریعت کا انتقال ہوگیا۔ ۱۹۶۲ء میں ایوب خان نے سیاسی جماعتوں سے پابندیاں اٹھائیں تو جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاریؒ نے احرار کے احیاء کا اعلان کیا اور ضیغمِ احرار شیخ حسام الدینؒ کی قیادت میں احرار پھر سرگرم ہوگئے۔ احیاءِ احرار کا مشورہ دینے والوں میں حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ بھی شامل تھے۔ مجلس احرار اسلام سیاسی اور عوامی میدان میں قادیانیوں اور قادیانی نواز قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہوئی تو مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی محاذ پر قادیانیوں کا محاسبہ اور تعاقب کرنے لگی۔ مجلس احرار اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت ایک ہی کام کے دو نام ہیں۔ ان میں گل و بلبل کا رشتہ ہے۔ مجلس احرار اسلام کی مثال گل ہے تو مجلس تحفظ ختم نبوت کی بلبل۔ اور یہ بلبل گلستانِ احرار کے ہر گل سے لطف اندوز ہوتی رہی ہے۔

شہداءِ ختم نبوت کا خونِ بے گناہی رنگ لایا تو ۱۹۷۴ء میں ایک بے مثال تحریک کے نتیجے میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، قائدِ احرار حضرت مولانا سید ابوذر بخاریؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا شاہ احمد نورانی، حافظ عبدالقادر روپڑیؒ، نواب زادہ نصر اللہ خانؒ، پروفیسر عبدالغفور احمد، ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاریؒ، علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ اور دیگر رہنماؤں کی قیادت میں تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

جون ۱۹۷۵ء میں ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ قادیانیوں کے مرکز ربوہ میں فاتحانہ انداز کے ساتھ داخل ہوئے اور تبلیغی جلسوں کے ذریعے قادیانیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ ۲۷ ر فروری ۱۹۷۶ء میں چناب نگر (سابق ربوہ) میں مجلس احرار اسلام نے مسلمانوں کی پہلی جامع مسجد ''مسجد احرار'' قائم کی۔ جس کا سنگِ بنیاد جانشین امیر شریعت قائدِ احرار حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ نے اپنے دستِ حق پرست سے رکھا اور اجتماعِ عام سے خطاب فرمایا۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے سابق صدر مجاہدِ ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ نے بھی اس موقع پر خطاب فرمایا۔ حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کی امامت میں نمازِ جمعہ ادا کی گئی۔ بعد ازاں دونوں بھائیوں اور دیگر کارکنانِ احرار کو گرفتار کر لیا گیا۔ ابناءِ امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ اور حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے یہاں مدرسہ و مسجد قائم کر کے قادیانی ''قصرِ خلافت'' میں زلزلہ برپا کر دیا۔

۱۹۸۴ء میں کل جماعتی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم، قائدِ احرار ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ اور دیگر تمام دینی و سیاسی رہنماؤں کی قیادت میں تحریک تحفظ ختم نبوت برپا ہوئی تو قانونِ امتناعِ قادیانیت کے اجراء کی صورت میں کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

مجلس احرار اسلام کا قافلۂ تحفظ ختم نبوت پوری آب و تاب کے ساتھ رواں دواں ہے۔ پاکستان میں اس وقت تین

مراکز ختم نبوت، محاسبۂ قادیانیت کی جہدِ مبین میں مصروف ہیں۔ برطانیہ میں جناب شیخ عبدالواحد اور جرمنی میں جناب محمد اعظم ''احرار ختم نبوت مشن'' کی نگرانی کر رہے ہیں۔ چناب نگر (ربوہ) میں قائدِ احرار ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم ہمہ وقت مدرسہ ختم نبوت، مسجد احرار میں موجود ہیں۔ نیز مولانا محمد مغیرہ قادیانیوں سے گفتگو اور مناظرہ کے ساتھ ساتھ مبلغین ختم نبوت بھی تیار کر رہے ہیں۔ مسجد احرار چناب نگر میں سالانہ ''تحفظ ختم نبوت کانفرنس'' ربیع الاوّل میں منعقد ہوتی ہے۔ اسی طرح چنیوٹ لاہور، چیچہ وطنی، ملتان اور دیگر شہروں کے مراکز احرار میں بھی تحفظ ختم نبوت کے سالانہ اجتماعات ہوتے ہیں۔ اس سال مرکز احرار دارِ بنی ہاشم ملتان میں ۱۰ روزہ تحفظ ختم نبوت کورس با قاعدہ منعقد ہوا۔ جو اِن شاء اللہ ہر سال منعقد ہوا کرے گا۔ ردّ قادیانیت پر ہزاروں روپے کا لٹریچر شائع کر کے مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ مرکزِ احرار چناب نگر میں مسلمانوں کے علاج معالجہ کے لیے فری میڈیکل کیمپ کا اہتمام ہوتا ہے۔ جناب عبداللطیف خالد چیمہ (مرکزی ناظم نشرو اشاعت مجلس احرار اسلام) برطانیہ، سعودی عرب اور پاکستان میں باقاعدگی سے دورے کر کے ختم نبوت کے مشن کی آبیاری کر رہے ہیں۔ مجلس احرار اسلام کی موجودہ قیادت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری اور پروفیسر خالد شبیر احمد اپنے رفقاء کی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ قادیانیت کے محاسبہ وتعاقب میں فعال وسرگرم ہیں۔

عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ' مجلس احرار اسلام کی پہچان، شناخت اور تعارف ہے۔ ۱۴ر مارچ ۲۰۰۶ء کو مسجد احرار چناب نگر میں قائدِ احرار ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری کی صدارت میں منعقدہ مرکزی مجلس عاملہ کے ایک اجلاس میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا کہ:

(۱) مجلس احرار اسلام ۲۰۰۶ء کو تحفظ ختم نبوت کا سال قرار دے کر ملک بھر میں اپنے اجتماعات اسی عنوان سے منعقد کرے گی اور عقیدۂ ختم نبوت وتحفظ ناموسِ رسالت ﷺ کے پیغام کو منظم طریقے سے گھر گھر پہنچایا جائے گا۔

(۲) دینی وملکی امور میں قومی دھارے میں شامل ہو کر بھرپور کردار ادا کیا جائے گا۔

(۳) مختلف شہروں میں مراکزِ احرار میں قائم دینی مدارس کے نظام ونصابِ تعلیم کو مضبوط و مستحکم کیا جائے گا۔

(۴) چناب نگر کے مدرسہ ختم نبوت میں آئندہ سال سے درسِ نظامی کی کلاسیں شروع کی جائیں گی نیز طلباء میں عربی اور انگریزی زبان کے بولنے اور لکھنے کا خصوصی اہتمام کیا جائے گا۔

(۵) دورِ جدید کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے احرار کارکنوں میں تحریر وتقریر کی صلاحیت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں ذرائع ابلاغ کے کردار اور اہمیت سے انہیں متعارف کرایا جائے گا۔ اس سلسلے میں تربیت گاہیں منعقد کی جائیں گی۔

مجلس احرار اسلام نے ۲۹ر دسمبر ۱۹۲۹ء کو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ اور دیگر اکابر رحمہم اللہ کی قیادت میں ایک فکری وتحریکی سفر کا آغاز کیا تھا۔ اکابرِ احرار نے مسلمانوں کے دینی عقائد واعمال کے تحفظ کے ساتھ ساتھ قومی وسیاسی تحریکوں اور سماجی خدمت کے میدان میں بھرپور

کردارادا کیا۔اس سفر میں قید وبند کی تمام صعوبتیں برداشت کیں۔حتیٰ کہ احرار کارکنوں اور رہنماؤں نے اپنی جانیں بھی اللہ کے راستے میں قربان کیں۔

محدث العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو ''امیر شریعت'' منتخب کر کے مجلس احراراسلام کو تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر سرگرم کیا تھا۔الحمدللہ احرار آج بھی محاذِ ختم نبوت پر دادِ شجاعت دے رہے ہیں۔ اکتوبر۱۹۳۴ء کی ''احرار تبلیغ کانفرنس'' قادیان سے لے کر آج تک ۷۷ سالہ تحریکی سفر میں احرار کارکنوں اور قائدین نے جس استقامت اور جرأت وایثار کا مظاہرہ کیا' وہ اُن کے لیے توشۂ آخرت ہے۔خصوصاً تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر۱۹۳۴ء (قادیان)۱۹۵۳ء،۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء (پاکستان) میں برپا ہونے والی تحاریک تحفظ ختم نبوت احرار کی جدوجہد کا حاصل ہیں۔قادیانیوں کے حوالے سے اس وقت پاکستان اور دنیا میں جو صورتحال ہے' وہ نہایت اہم ہے۔ہمیں اس کا مکمل ادراک کرتے ہوئے پوری منصوبہ بندی کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔مجلس احراراسلام نے تحریک تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ (۲۰۰۶ء) میں قومی دھارے میں شامل ہو کر اپنے حصے کا بھرپور کردار ادا کیا۔امتِ مسلمہ کے خلاف عالمی سامراج کی سازشوں اور منصوبوں سے عوام کو خبردار کیا۔اس کے لیے جلسوں اور احتجاجی مظاہروں کو ذریعہ اظہار بنایا گیا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے فرزند حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری پاکستان میں اور رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے پوتے مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی بھارت میں مجلس احراراسلام کی قیادت کرتے ہوئے تحفظ ختم نبوت اور محاسبۂ قادیانیت کی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔

اپیل

اس وقت مدرسہ ختم نبوت چناب نگر، مدنی مسجد چنیوٹ، مرکزی عثمانیہ مسجد چیچہ وطنی اور مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم ملتان زیر تعمیر ہیں۔مجلس احراراسلام کے شعبۂ تبلیغ تحریک تحفظ ختم نبوت کے تحت قائم مدارس ومراکز، اساتذہ ومبلغین، طلباء کی رہائش، خوراک، علاج اور لٹریچر کی اشاعت وغیرہ پر سالانہ اخراجات تقریباً ایک کروڑ روپے ہیں۔جدید تعمیرات بجٹ کی کمی کی وجہ سے معلق ہیں۔

تمام مسلمانوں سے اپیل ہے کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی جماعت' مجلس احراراسلام میں شامل ہوں اور قافلۂ تحفظ ختم نبوت کے معاون بنیں۔اپنی زکوٰۃ وصدقات اور عطیات سے احرار ختم نبوت مشن کو مضبوط کریں۔اللہ کی رضا کے لیے خرچ آپ کریں دعا ہم کریں گے اور اجر اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔(ان شاءاللہ)

رابطہ وترسیل زر کے لیے:

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961,0300-6326621

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری' مدرسہ معمورہ

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 3017-2 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

بذریعہ آن لائن: 010-3017-2 بینک کوڈ: 0165

درسِ قرآن

محمد احمد حافظ

پکے مومن بن جایئے

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتَابِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتَابِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ط وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً م بَعِیْدًا(النساء:۱۳۶)

''اے ایمان والو! یقین لاؤ اللہ پر اور اس رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی ہے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی اس سے پہلے، اور جو کوئی انکار کرے اللہ کا اور اسکے ملائک کا، اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا تو بلاشبہ وہ بہک کر دور (کی گمراہی میں) جا پڑا۔''

معانی الفاظ:

اٰمَنُوْا...... وہ ایمان لائے۔**اٰمِنُوْا**......تم ایمان لاؤ۔**اَلْکِتَاب**......وہ خاص صحیفہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا۔**ضَلَّ**......وہ گمراہ ہوا۔**ضلٰلاً** گمراہی، بھٹکنا، گم ہو جانا۔

معارف و تفسیر:

پیش نظر آیت میں اہل ایمان کو اپنے ایمان میں پختگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان باتوں کا ذکر ہے جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ آیت کے دوسرے حصے میں ذکر کیا گیا ہے کہ اِن باتوں کا انکار گمراہی اور کفر ہے۔ آگے چلنے سے پہلے معلوم کرنا ضروری ہے کہ ایمان کیا ہے؟

ایمان کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ:

ایمان مصدر ہے اور اس کا مادہ ''ا،م،ن'' ہے۔ اس کے دو معنیٰ آئے ہیں، ایک امانت جو خیانت کی ضد ہے، دوسرے تصدیق جس کی ضد تکذیب ہے، اسی مادہ سے ایک معنیٰ ''امان'' بھی ہے جس کی ضد خوف ہے۔ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہاں ایمان تصدیق کے معنیٰ میں ہے اور یہ معنیٰ ''امان'' کی طرف راجع ہے اس لیے کہ صاحبِ ایمان اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَ ھُمْ مُّھْتَدُوْنَ (الانعام:۸۳)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں کسی قسم کے ظلم کو ملوث نہیں کیا، انہی لوگوں کے واسطے جائے پناہ ہے اور وہی سیدھی راہ پر ہیں۔''

معلوم ہوا کہ کوئی شخص جب کفر و انکار کی راہوں کو چھوڑ کر شاہراہِ ایمان کا سفر اختیار کرتا ہے تو اس کی جان و مال اور عزت و آبرو اسی طرح محفوظ ہو جاتی ہے جس طرح دیگر اہل ایمان ایک دوسرے سے امن و سلامتی میں ہوتے ہیں۔ اس

کے مخالف معنیٰ مراد لیے جائیں تو مطلب ہوگا کہ اگر کوئی کافر مسلمانوں کا معاہد نہ ہوتو اس کی جان ومال کی ضمانت نہیں۔

ایمان کے اصطلاحی معنیٰ اہل علم نے متعدد بیان فرمائے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ موجباتِ ایمان کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنا۔ آیت ذیل میں موجبات ایمان کا بیان بھی ہوا ہے......اور وہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) اللہ کی کتابوں پر ایمان (۳) اللہ کے فرشتوں پر ایمان (۴) اللہ کے رسولوں پر ایمان (۵) آخرت کے دن پر ایمان (۶) خیر وشر کی تقدیر پر ایمان

قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی مبارک احادیث میں ایمان کے نتائج یا یوں کہہ لیں ایمان کے ثمرات بھی بیان ہوئے ہیں۔ یعنی وہ صفات واعمال جو ایک صاحبِ ایمان کی پہچان ہوتے ہیں۔ مثلاً اطاعتِ الٰہی، اتباعِ رسول، استقامت فی الدین، اخلاص، احسان، امانت، والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک، توحید، تقویٰ، دعوت الی اللہ، سچائی، عبادت، اطاعت اور یقین ہیں......جبکہ ایمان کی ضد کفر، شرک، الحاد، ضلال، عصیان، اعراض، زندقہ، نفاق، فسق وفجور، ریاء اور ارتداد ہیں۔

ایمان کے شعبے اور اس کی شاخیں:

اہل ایمان کو یہ جاننا ضروری ہے کہ ایمان اور اخلاق واعمال میں گہرا تعلق ہے۔ ایمان جڑ ہے اور اعمال واخلاق اس سے پھوٹنے والی شاخیں اور پھل پھول ہیں، ایمان بنیاد ہے اور اخلاق واعمال اس بنیاد پر اٹھائی جانے والی خوب صورت عمارتیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایمان کے ستر شعبے ہیں، سب سے افضل کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور سب سے ادنیٰ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا ہے۔'' ایک اور حدیث میں ارشاد ہے: ''ایمان کے ستر شعبے ہیں اور ''حیاء'' ایمان کا شعبہ ہے......'' ایمان کے شعبوں سے مراد وہ تمام اعمال واخلاق اور ظاہری وباطنی احوال ہیں جو کسی دل میں ایمان آجانے کے بعد اس کے نتیجہ اور ثمرہ کے طور پر اس میں پیدا ہونے چاہئیں۔ جیسے کسی سرسبز وشاداب درخت میں سے برگ وبار نکلتے ہیں اس طرح گویا تمام اعمال خیر واخلاق حسنہ ایمان کے شعبے ہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کے درجے مختلف ہیں۔

ایمان کے تکمیلی عناصر:

زیر درس آیت میں جو فرمایا گیا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ آاٰمِنُوْا ...... کہ اے ایمان والو! یقین لاؤ...... یعنی تکمیل ایمان کرو...... تو اس تکمیل ایمان کے بعض اہم موجبات تو قرآن مجید میں بھی بیان ہوگئے البتہ حدیث رسول کی طرف رجوع کرنے سے بھی تکمیل ایمان کے بہت سے عناصر کی نشان دہی ہوتی ہے...... مثلاً ایک حدیث میں ہے:

> ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اس کو اپنے ماں باپ، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ میری محبت نہ ہو'' ...... ایک دوسری حدیث میں ہے:...... ''تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی ہوائے نفس میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہوجائے۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

> ''جس نے اللہ ہی کے لیے کسی سے محبت کی اور اللہ ہی کے لیے دشمنی کی اور اللہ ہی کے لیے دیا اور اللہ ہی کے لیے روکا تو بلاشبہ اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔''

ایک اور حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قسم اللہ کی وہ مؤمن نہیں، قسم اللہ کی وہ مؤمن نہیں، قسم اللہ کی وہ مؤمن نہیں! عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کون مؤمن نہیں؟ آپ نے فرمایا وہ آدمی جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور آفتوں سے خائف رہتے ہوں۔''

امر بالمعروف ونہی عن المنکر دین اسلام کے اہم ترین واجبات میں سے ہے اور اسے لازمۂ ایمان بیان فرمایا گیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے جو شخص کوئی بری اور خلافِ شرع بات دیکھے تو لازم ہے کہ اگر طاقت رکھتا ہو تو اپنے ہاتھ (یعنی زورِ قوت) سے اسے بدلنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر اپنی زبان سے ہی اس کو بدلنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل میں ہی اسے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔''

قرآن مجید کی ایک ایک آیت اور نبی کریم ﷺ کی ہر ہر حدیث کی طویل تشریحات کی جاسکتی ہیں۔ عقل مندوں کو اشارہ کافی ہوتا ہے۔ یہ بات طے ہے کہ کامل مؤمن وہ ہوتا ہے جس کے ایمان کا اثر اس کے اعمال واخلاق میں بھی نظر آئے۔ محض زبان سے کلمہ پڑھ لینا نفسِ ایمان کو تو ثابت کر دیتا ہے لیکن آگے ایمان کے جو تقاضے ہیں انہیں نبھانا اور انہیں اپنے پورے ڈھانچے پر نافذ کرنا بھی لازمی ہے۔

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! اسلام کے بارے میں مجھے کوئی ایسی جامع اور شافی بات بتائیے کہ آپ کے بعد پھر میں کسی سے اس بارے میں کچھ نہ پوچھوں...... آپ نے ارشاد فرمایا:

''کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر پوری طرح اور ٹھیک ٹھیک اس پر قائم رہو'' (مسلم)

اس کا مطلب یہی ہے کہ بس اللہ ہی کو اپنا معبود برحق اور رب مان لو، اپنے آپ کو اس کا بندہ بنالو، پھر ایمان اور عبدیت کے تقاضوں کے مطابق اپنی پوری زندگی کو گزارنے کا دستور بنالو...... بس یہی کافی ہے۔ کہنے کو **اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ** ایک چھوٹا سا جملہ ہے مگر ذرا اس کے تقاضوں پر غور وفکر کر کے اور انہیں نباہ کے دیکھئے تو معلوم ہوگا کیسے کیسے شدائد و مصائب آپ کی راہ میں آتے ہیں۔ دین پر استقامت محض امرِ ربیّ کی اطاعت ہی نہیں بلکہ اخروی نجات وسعادتِ ابدی بھی اس کا حاصل اور ثمرہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ (حٰمٓ)

''بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب ''اللہ'' ہی ہے اور پھر وہ اس پر ڈٹے رہے تو انہیں کوئی رنج وغم نہ ہوگا، وہ سب جنتی ہیں، اپنے اعمال کے بدلے میں وہ جنت ہی میں ہمیشہ رہیں گے۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پکے مؤمن اور اپنے سچے بندے بنالے اور ہمیں ظاہری وباطنی، فرحت وغم، مصائب و شدائد، تنگی وفراخی غرض ہر حالت میں دل وجان سے ایمانی تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

افادات: جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاریؒ مرتب: سید محمد کفیل بخاری

عید الفطر......صدقۃ الفطر
(فضائل، احکام، مسائل)

تمہید

عید الفطر بھی دیگر امتیازات دینیہ کی طرح ایک عظیم اسلامی شعار، ایک دوررس اخلاقی نصاب، ایک مسنون تفریح اور قومی مسرت اور خوشی کا مبارک دن ہے' جسے دنیا والوں کے معمولات کے بالعکس اللہ نے بجائے ایک تہوار کے عبادت کی اہمیت برقرار رکھتے ہوئے اس میں بہ قدر ضرورت تفریح کی آمیزش کر کے اسلام کی قوت وعظمت کو دوام بخش دیا ہے۔

ہر مرغوب ومحبوب شے کے حصول اور عزیز مقصد کے انجام پانے پر جب فطرۃً خوشی نصیب ہو تو دستور ہے کہ اس کے اظہار کی کوئی نہ کوئی صورت اور تدبیر ضرور اختیار کی جاتی ہے۔ اسلام نے بھی دین فطرت ہونے کی وجہ سے اس معصوم انسانی جذبہ کی پوری قدر کی اور دین فطرت کی قائل امت مرحومہ کی دلداری وعزت افزائی فرمائی۔ چنانچہ رمضان المبارک کے پاکیزہ مہینے میں مختلف قسم کی شبانہ روز عبادت وریاضت خوش اسلوبی سے مکمل کرنے پر یکم شوال کے دن چند خاص اعمال پر مشتمل ایک مظاہرہ مسرت وتفریح قانوناً مقرر کر دیا ہے۔

تحفہ عبودیت

اپنی عزت وجاہت کے لیے نہیں بلکہ حصول اجر وثواب کی نیت کے ساتھ سچے دل سے دیئے ہوئے عطیہ کو صدقہ کہتے ہیں۔ اور ''فطر'' کا معنی ہے ٹوٹنا، کھلنا، جدا ہونا، تو صدقۃ الفطر کا مطلب ہوا۔ ماہ صیام کے جدا ہونے، روزہ کا عمل ٹوٹنے نیز کھانے پینے اور میاں بیوی کے میل جول کی بندش کھلنے پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خلوص قلب سے پیش کیا ہوا ''ہدیہ تشکر''

ہر چھوٹا بڑے کے لیے اور ہر ممنون اپنے محسن ومربی اور مرکز عقیدت تک کوئی تحفہ اور عطیہ کسی ذریعہ اور واسطہ کے ساتھ ہی پہنچانے جاتا ہے اور اس عمل کو اپنا فطری اور اخلاقی فرض، موجب سعادت اور باعثِ خیر وبرکت عمل یقین کرتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح فرماں بردار مخلوق جب خالق مطلق اور رب رحیم وکریم کے حضور اپنی بندگی اور توفیق عبادت وریاضت کی نعمت نصیب ہونے پر اظہار سرور وفرحت کے لیے جبہ سائی کا ارادہ کرے تو فقراء ومساکین کا معروف طبقہ کہ جن لوگوں کی حالت عجز واحتیاج، پروردگار کو بڑی محبوب ہے۔ ان کو اپنا وکیل اور نمائندہ بنا کر بارگاہ صمدیہ کے مناسب ہدیہ نیاز پیش کرنے پر فطرۃً اور قانوناً مامور ومجبور ہو جاتی ہے، یہ حاصل ہے، صدقۃ الفطر کی قانونی رسم اور شرعی ضابطہ کے اداء وتکمیل کا۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں تازندگی اس روحانی فصل بہار سے دل ودماغ اور جسم وجان کے لیے کسب فیض و نور کا موقع ملتا ہے۔ ورزقنا اللہ ابداً......آمین! ہم سب کو اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرنی چاہیے۔

زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کا نصاب

ہر آزاد، عاقل، بالغ مسلم جو گھریلو ضروریات کے علاوہ ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کے نقد روپیہ یا سونے یا اتنے وزن کے چاندی کے زیور یا اتنی قیمت کے سامان یا جائیداد یا تجارتی مال کا مالک ہو یا اس کے پاس موجود تمام اشیاء میں سے بعض یا سب کا مجموعہ مل کر ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے یا پھر وہ بجائے چاندی کے ساڑھے سات تولے سونے یا اتنے وزن کے سونے کے زیورات کا مالک ہو تو اس پر زکوٰۃ کی طرح عید الفطر کے دن نماز کا وقت آتے ہی صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے۔ مگر اتنی مالیت پر زکوٰۃ کی طرح سال کا گزرنا ضروری نہیں۔

صدقۂ فطر

ہر میاں بیوی پر صرف اپنی ذات کی طرف سے اور اپنے بے مال غیر بالغ یا بالغ مگر مجنون اولاد نیز اپنے نوکر اور خادمہ کی طرف سے صدقہ دینا واجب ہے۔ مال دار بالغ اولاد اور باقی گھر والے اپنا صدقہ خود ادا کریں۔ البتہ ان کا وکیل بن کر صدقہ وزکوٰۃ وغیرہ ادا کرنا درست ہے اور اگر کسی شخص نے بغیر ایک دوسرے کی اجازت کے از خود ہی اس کی طرف سے دے دیا تو وہ ''صدقہ نفلیہ'' بن جائے گا اور اصل آدمی پر صدقۃ الفطر بدستور واجب رہے گا۔ اس کو مستقلاً ادا کرنا ضروری ہے۔

عورت شریعت کے مطابق چونکہ اکثر احکام میں مرد کی طرح مستقل شخصیت وحیثیت کی مالک ہے۔ چنانچہ نقد اور غیر نقدی مال وغیرہ کے جمع اور خرچ میں اس کی ملکیت وحیثیت بھی مستقل ہے۔ لہٰذا اس پر صرف اپنی ذات کی طرف سے صدقہ دینا واجب ہے، اپنے شوہر اور اولاد کی طرف سے نہیں! اور اگر گھر میں صرف اس کے خاوند نے صدقہ ادا کیا تو اس سے عورت پر واجب شدہ صدقہ ادا نہیں ہوگا بلکہ اسے بہر حال اپنی زکوٰۃ، عشر اور قربانی کی طرح اپنا یہ صدقۃ الفطر بھی خود ہی براہ راست لازماً ادا کرنا پڑے گا ورنہ وہ گناہ گار ہوگی۔

صدقہ فطر میں پونے دو کلو گندم (احتیاطاً دو کلو) یا گندم کا آٹا یا ساڑھے تین کلو جَو (احتیاطاً چار کلو) یا جَو کا آٹا اور ستو یا چار کلو کھجور یا کشمش یا ان کی قیمت حاضر نرخ کے مطابق دینا واجب ہے۔ فقراء کی ضرورت کے لحاظ سے نقد پیسے دینا اولیٰ اور بہتر ہے تاکہ وہ غریب خود بھی کچھ خرید کر عید کی خوشی میں براہ راست حصہ دار بن سکے۔

نمازِ عید سے قبل صدقہ فطر ادا کرنا افضل اور مستحب ہے اور عید سے ایک دو روز قبل بھی ادا کرنا جائز ہے۔

صدقہ فطر کے مستحق...... غیر مستحق

رشتہ داروں میں حقیقی دادا، دادی، ماں، باپ، نانا، نانی، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی میں سے کسی کو بھی صدقہ فطر اور زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ ایسے ہی شوہر، بیوی ایک دوسرے کو صدقہ فطر نہیں دے سکتے۔ اس کے علاوہ دیگر محتاج ومسکین عزیز واقارب میں سے سوتیلے دادا، دادی، سوتیلے ماں، باپ، حقیقی چچا، چچی، پھوپھا، پھوپھی، ماموں، ممانی، خالو، خالہ، حقیقی بھائی، بہن، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی، اپنے سسر، ساس، سالہ، سالی اور بہنوئی سب کو زکوٰۃ وعشر کی طرح صدقۃ الفطر دینا جائز ہے۔

سادات قریش کی پانچ شاخوں کو صدقہ فطر سمیت تمام صدقات واجبہ، زکوٰۃ وعشر دینا جائز نہیں۔

حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ’’تمام صدقات، محمد اور آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں۔ سادات بنو ہاشم کی پانچ شاخیں یہ ہیں (۱) آل علی (۲) آل عباس (۳) آل جعفر (۴) آل عقیل (۵) آل حارث (حضور ﷺ کے سب سے بڑے سوتیلے چچا حارث بن عبدالمطلب کی اولاد)

عید کے دن مسنون اعمال

(۱) شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا (۲) غسل کرنا (۳) مسواک کرنا (۴) حسب استطاعت کپڑے پہننا (۵) خوشبو لگانا (۶) صبح کو جلدی اٹھنا (۷) عیدگاہ میں جلدی جانا (۸) عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا کھجور یا چھوارے کے طاق دانے کھانا مستحب ہے (۹) نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا (۱۰) عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا (بہ عذر شرعی شہر کی مسجد میں پڑھنا) (۱۱) ایک راستہ سے عیدگاہ جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا (۱۲) عیدگاہ جاتے ہوئے راستہ میں **اللّٰہ اکبر ، لاالہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ، اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد** آہستہ آہستہ کہتے ہوئے جانا۔ (سواری کے بغیر پیدل عیدگاہ جانا)

نماز عید کے احکام

نماز عید کا وقت طلوع آفتاب یعنی اشراق کی نماز کے وقت کے ساتھ ہی شروع ہوجاتا ہے۔ اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے۔ نماز عید سے قبل کوئی بھی نفل نماز گھر یا مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔ یہ حکم عورتوں اور ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو کسی وجہ سے نماز عید نہ پڑھ سکیں۔ نماز عید سے پہلے نہ اذان کہی جاتی ہے، نہ اقامت۔ یہ خلاف سنت اور بدعت ہے۔

طریقہ نماز

دو رکعت نماز عید واجب مع چھے تکبیرات زائدہ کی نیت کر کے امام کے ساتھ پہلی تکبیر پر ہاتھ باندھ کر **سبحانک اللّٰھم** آخر پڑھ لیں۔ پھر دوسری اور تیسری تکبیر پر ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر ہاتھ باندھ لیں، اب امام سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ پڑھ کر پہلی رکعت مکمل کرے گا۔ دوسری رکعت میں امام جب فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ لے تو اس کے ساتھ تینوں تکبیرات میں ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع کر لیں۔ پھر باقی ارکان سمیت نماز پوری کر لیں۔ بعد از نماز حسبِ دستور دعا بھی مانگ لیں۔

خطباتِ عید

نماز کے بعد دو خطبات سنت ہیں، انہیں خاموشی اور توجہ سے سننا چاہیے۔

جبری معانقہ ومصافحہ

خطبہ کے بعد امام کو مصلّیٰ سے ہٹ کر ایک طرف ہوجانا چاہیے تاکہ لوگ آسانی سے منتشر ہوجائیں، اسی طرح نمازیوں کا ایک دوسرے کو یا امام کو سلام اور مصافحہ ومعانقہ کرنا اور عید کی مبارک باد دینا بھی ثابت نہیں۔ گردنیں پھلانگنا، جلدی اور تیزی سے لپکنا اور جبری معانقہ ومصافحہ، سلام اور مبارک باد دینے کی کوشش کرنا قطعاً غلط اور خلافِ سنت اور بدعت ہے۔ اس غیر مسنون عمل سے بچنے کی سعی کرتے رہنا چاہیے۔

مولانا حکیم محمود احمد ظفر

رسول اللہ ﷺ کی چند پیش گوئیاں

مختلف فتنوں کا ظاہر ہونا:

فتنہ کی جمع عربی میں فتن ہے اور فتنہ کا لفظ علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ کسی چیز پر اترانا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے:

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (ممتحنہ:۵) ''اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کے لیے فتنہ نہ بنا۔''

یعنی کافروں کو ہم پر غالب نہ کردے کہ وہ ہم کو دیکھ کر اترائیں اور یہ گمان کریں کہ وہ ہم سے بہتر ہیں۔

یہاں فتنہ سے مراد کافروں کا اپنے کفر پر اترانا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ''میں نے مردوں پر عورتوں سے زیادہ نقصان دہ فتنہ کوئی نہیں چھوڑا۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مرد عورتوں پر اتراتے رہیں گے اور آخرت سے غافل ہوجائیں گے۔ فتنہ کا معنی گمراہ کرنا اور جنون بھی ہے۔ ازہری اور علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ فتنہ کا معنی ابتلاء اور امتحان ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

أَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْن (عنکبوت:۲)

''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ اس کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔''

یعنی ان کا امتحان لیا جائے گا، جس سے ان کے ایمان کی حقیقت واضح ہوجائے گی۔ حدیث میں ہے:

''تم میری وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیے جاؤ گے اور قبر میں تم سے امتحان لیا جائے گا یعنی میرے متعلق سوال کیا جائے گا۔ یہ آزمائش مال اور اولاد میں بھی ہوتی ہے۔''

چنانچہ قرآن حکیم میں ہے: **وَاعْلَمُوْ اَنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ** (الانفال:۲۸)

''اور جان لو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔''

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: لسان العرب ۱۳/ ۳۱۷-۳۲۱، النہایہ لابن اثیر ۳/ ۴۱۰-۴۱۱)

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ بڑے بڑے فتنے ظاہر ہوں گے جن سے حق وباطل میں تلبیس واضح ہوگا اور ایمانوں میں تزلزل پیدا ہوگا۔ یہاں تک کہ آدمی صبح کے وقت مومن ہوگا اور رات کو کافر ہوجائے گا اور رات کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہوجائے گا۔ جب کوئی فتنہ ظاہر ہوگا تو مومن کہے گا کہ یہی میرے لیے باعث ہلاکت ہے۔ لیکن جب وہ فرو ہوگا تو پھر دوسرا فتنہ اسے آگھیرے گا۔ ایسے ہی قیامت

تک کے لیے فتنوں کا ایک لامتناہی سلسلہ چلتا رہے گا۔ چنانچہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری ﷜فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت سے قبل اندھیری رات کی طرح فتنے ظاہر ہوں گے اور (ان فتنوں کی وجہ سے لوگوں کے ایمانوں میں اس قدر جلدی تبدیلی آئے گی کہ) ایک شخص صبح کو مومن ہوگا تو رات کو کافر ہوجائے گا اور رات کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر ہوجائے گا۔ اس میں بیٹھنے والا کھڑا رہنے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا رہنے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ پس ان حالات میں تم اپنے نیزے توڑ دو، اپنی کمانوں کو کاٹ دو اور اپنی تلواروں کو پتھر پر مار کر کند کردو۔''

(مسند احمد بن حنبل ۴/ ۴۰۸، ابوداؤد مع عون المعبود ۱۱/ ۳۳۷، ابن ماجہ ۳/ ۱۳۱۰، مستدرک حاکم ۴/ ۴۴۰
وقال ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ)

اسی طرح مسلم میں سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ان فتنوں کے واقع ہونے سے قبل نیک اعمال کرلو جو اندھیری رات کی طرح چھا جائیں گے۔ ایک شخص صبح کو مومن ہوگا اور رات کو کافر ہوجائے گا اور رات کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہوجائے گا۔ معمولی سی دنیوی منفعت کے عوض اپنی متاعِ ایمان فروخت کرڈالے گا۔'' (مسلم مع شرح نووی ۲/ ۱۲۳)

ان احادیث کے علاوہ اور بھی کئی احادیث ہیں، جن میں قیامت سے قبل مختلف فتنوں کے واقع ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ (ملاحظہ ہو مسلم کتاب الامارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفۃ والاول فالاول وغیرہ)

پھر نبی کریم ﷺ نے جہاں ان فتنوں کے وقوع کی خبر دی، وہاں یہ بھی بتادیا کہ ان فتنوں کا منبع مشرق ہوگا۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مشرق کی طرف ہاتھ سے یہ اشارہ کرکے فرماتے ہوئے سنا:

''بے شک یہاں فتنہ ہے، بے شک یہاں فتنہ ہے، بے شک یہاں فتنہ ہے، جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔ آپ (ﷺ) نے یہ تین بار فرمایا۔ (بخاری مع فتح الباری ۱۳/ ۴۵، مسلم مع نووی ۱۸/ ۳۱)

ایسے ہی ایک اور حدیث میں جو سیدنا عبداللہ بن عمرؓ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کے گھر سے باہر آکر یہ فرمایا:

''کفر کی چوٹی ادھر سے نکلے گی، جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے، یعنی مشرق سے۔'' (مسلم ۱۸/ ۳۱۔۳۲)

اسی سلسلہ میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی:

''اے اللہ! ہمارے صاع اور مدّ میں برکت عطا فرما۔'' حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا: ''اے اللہ کے نبی! عراق کے لیے بھی برکت کی دعا فرمائیں۔' فرمایا: ''وہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا اور وہاں سے فتنے جنم لیں گے اور ظلم کی آندھی مشرق سے اٹھے گی۔''

(رواہ الطبرانی وروایت ثقات، مختصر الترغیب والترہیب ۲/ ۸۷)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ:

''پہلے فتنے مشرق ہی سے نکلے تھے اور وہ مسلمانوں میں تشتت وافتراق کا سبب بنے اور شیطان اسی شے کو بہت پسند کرتا ہے اور اس پر خوشی اور مسرت کا اظہار بھی کرتا ہے۔ اسی طرح بدعات کا منبع بھی مشرق ہی ہے۔'' (فتح الباری۔۱۳/ ۴۷)

خوارج، شیعہ، روافض، باطنیہ، قدریہ، جہمیہ، معتزلہ اور اکثر مقالات کفر کی ابتداء اور ان کا منبع عراق ہی تھا اور پھر فارس سے مجوسیت، زردشتیت، مانویت، مزوکیت وغیرہ فرقوں نے جنم لیا اور آخر میں قادیانیت، سبائیت، بابیت وغیرہ نے بھی مشرق ہی سے وجود پایا۔ فتنۂ تاتار بھی مشرق ہی سے اٹھا اور تمام دنیا جانتی ہے اور تاریخ کے اوراق اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اس تاتاری فتنے نے کسی قدر قتل وغارت کیا اور آج بھی بدعات والحاد، سوشلزم، کمیونزم اور فتنۂ انکارِ حدیث کا مرکز بھی سرزمین روس، چین اور ہندوستان ہے اور آخری زمانے میں دجال اور یاجوج ماجوج کے فتنے بھی مشرق کی سرزمین ہی سے اٹھیں گے۔ ان میں سے اکثر فتنے قیامت کی علامات میں سے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں صاف طور پر آیا ہے اور حدیث کے راوی سیدنا ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ہم سے حدیث بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

الدجال یخرج من ارض المشرق یقال لها خراسان، یتبعه اقوام کان وجوههم المجان المطرقه (ترمذی رقم ۲۲۳۷، ابن ماجہ رقم ۴۰۷۲)

''دجال مشرقی زمین سے نکلے گا جس کا نام خراسان ہوگا۔ اس کی اتباع کرنے والے ایسے لوگ ہوں گے گویا کہ ان کے چہرے چپٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے۔''

مسلم کی روایت سے بھی پتا چلتا ہے کہ دجال کا خروج مشرق سے ہوگا یعنی شام اور عراق کے درمیان سے

(انه خارج خلة بين الشام والعراق) (مسلم رقم ۷۳۷۳)

ماہانہ مجلس ذکرواصلاحی بیان

26 اکتوبر 2006ء
جمعرات بعد نماز مغرب

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

سید محمد معاویہ بخاری

طولِ اقتدار کی نئی منصوبہ بندی اور مشترکات

۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد آغاز ہونے والی یک طرفہ War on Terror امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کے دو صدارتی ادوار پر محیط ہے، جبکہ مستقبل کے توسیع پسندانہ عزائم اور منصوبہ بندی کے حوالہ سے اگر دیکھا جائے تو لگتا یہ ہے کہ بش انتظامیہ کی جنگی حکمت عملی کا سلسلہ دراز ہوتا ہوا آئندہ کئی برسوں یا پھر کم از کم صدر بش کے تیسرے دور اقتدار تک ضرور چلا جائے گا۔ یہ بات شاید کچھ لوگوں کیلئے نئی اور عجیب ہو مگر عالمی بساط سیاست پر گہری نظر رکھنے والے تصدیق کر رہے ہیں کہ Preemptive doctorine کے موجد اب ایک نئی اصطلاح Constructive chaos پر عمل درآمد کیلئے بڑی سنجیدگی سے کام کر رہے ہیں۔ اس وقت امریکہ میں برسر اقتدار انتہا پسند لابی New Cones کا تجویز کردہ وہ منظر نامہ جس کے خدوخال ابھی وائٹ ہاؤس اور پینٹا گون کی سازش گاہوں میں ترتیب پا رہے ہیں اس کی سرسراہٹ امریکی ایوانوں میں بھی محسوس کی جانے لگی ہے۔ نو مولود اصطلاح کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ یہ کثیر الجہتی اور وسیع المعنی اصطلاح ہے جس کا اطلاق دشمن سے نمٹنے اور مشکل حالات کو اپنے حق میں تبدیل کرنے کے لئے ہوگا یعنی غیر معمولی صورت حال کے پیش نظر کچھ فیصلوں کو کالعدم قرار دے کر مستقبل کے مفادات میں ''تعمیری بدنظمی'' کا راستہ اختیار کر کے غیر معمولی فیصلے کرنا ہوں گے۔

ماہرین کے مطابق امریکی آئین میں یہ گنجائش موجود ہے کہ اگر حکومت وقت یا صدر امریکہ یہ محسوس کرے کہ ملک و قوم کے مفاد میں اس کی پالیسیوں کا تسلسل ناگزیر ہے اور غیر معمولی حالات بھی درپیش ہوں تو وہ اپنی دوسری مدت صدارت ختم ہونے کے بعد تیسری مدت کے لئے صدر منتخب ہونے کا غیر معمولی فیصلہ بھی کر سکتا ہے اور اسکے لئے دو مدتی عمومی ضابطے اور قانون کو عارضی طور پر کالعدم قرار دیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس وقت صورت حال بعینہ یہی بنتی نظر آ رہی ہے کہ صدر بش اپنی پالیسیوں میں نہ صرف تسلسل چاہتے ہیں بلکہ دہشت گردوں سے نمٹنے کے لئے آئین و قانون کے تحت مزید اختیارات کا مطالبہ بھی کر رہے ہیں۔ صدر بش کے انٹرویوز، ہفتہ وار قومی خطاب اور اہم قومی دنوں کے علاوہ دیگر کئی مواقع پر دیئے گئے بیانات میں امریکی قوم کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے حکمرانوں اور عوام کو جو پیغام دیا جا رہا ہے اس کا مرکزی نکتہ بھی دہشت گردی کے خلاف غیر معینہ مدت تک جنگ جاری رکھنے کے عزم پر مشتمل ہے۔ تجزیہ نگاروں کے مطابق برسر اقتدار New Cones طے کر چکے ہیں کہ مستقبل کی منصوبہ بندی Constructive Chaos (یعنی تعمیری بدنظمی) کے کلیہ کے تحت ہی کی جائے گی۔ اور اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ ''وار اون ٹیرر'' جو اگلے مرحلوں میں منتقل ہونے جاری ہے پوری قوت سے جاری و ساری رہے گی اور اس کے مقررہ اہداف میں کوئی ردوبدل نہیں کیا جائے گا خواہ اس کے لئے کوئی بھی قیمت

کیوں نہ چکانا پڑے۔ صدر بش بار بار کہہ رہے ہیں کہ امریکہ اس وقت غیر معمولی صورت حال سے دوچار ہے اس لئے امریکہ میں بدستور ہنگامی حالت نافذ رہے گی، صدر بش کا کہنا ہے کہ دہشت گردوں کے خلاف پانچ سالہ جنگی حکمت عملی نے ہمارے عزائم کو نہ صرف تقویت دی ہے بلکہ اس یقین کو بھی مستحکم کر دیا ہے کہ ہماری پالیسیاں صحیح سمت میں جارہی ہیں۔ صدر بش کے بقول ہم نے بہت سی کامیابیاں حاصل کی ہیں ہمارے ناقدین کو ان بے مثال کامیابیوں پر بھی ایک نظر ضرور ڈالنی چاہئے۔ ہم نے اپنے حلیف ممالک کے تعاون سے دہشت گردوں کے خفیہ ٹھکانوں تک رسائی حاصل کی ہے۔ ان میں سے اکثر کو گرفتار کیا ہے اور کئی مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے ہیں۔ ہم پاکستان اور صدر مشرف کے کردار کی بھی تعریف کرتے ہیں جن کے مثبت تعاون سے دہشت گردوں کے گرد گھیرا تنگ کیا جاسکا۔ ہم افغانستان اور عراق میں ایک ایسے دشمن سے لڑ رہے ہیں جو سخت جان ہے اور جس نے پوری دنیا میں اپنی جڑیں پھیلا رکھی ہیں۔ ہمیں ان جڑوں کو کاٹنا ہوگا اور دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے لئے ایک طویل جدوجہد کرنا ہوگی امریکی افواج کو مزید قربانیاں دینا پڑیں گی۔ ہم جیتیں یا دشمن، اس فیصلہ تک دہشت گردوں کے خلاف جنگ جاری رہے گی۔

تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ صدر بش کے مندرجہ بالا بیانات ان کے طولِ اقتدار کی منصوبہ بندی پر مشتمل نئی اصطلاح Constructive Chaos کا اہم جزو ہیں اور وہ امریکی عوام کے علاوہ پوری دنیا کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ شاید وہ غیر معمولی صورت حال دنیا میں رونما ہونے والے متعدد خونریز واقعات کے بعد پیدا ہو چکی ہے یا آنے والے دنوں میں ہو جائے گی جس کے تحت ان کا تیسری مدت کے لئے برسرِ اقتدار رہنا ضروری ہو جائے گا۔ دوسری طرف عالمی سطح پر گزشتہ پانچ برسوں کے دوران رونما ہونے والے تشدد آمیز واقعات اور بش انتظامیہ کی مجموعی کارکردگی زیرِ بحث ہے۔ وار اون ٹیرر کے منطقی انجام سے باخبر دانشور اور سیاسی تجزیہ نگار صدر بش، ان کے رفقاء اور امریکی حلیف ممالک کی پالیسیوں کو پوری شدومد سے ہدفِ تنقید بنا رہے ہیں۔ ان کی طرف سے یہ سوال اٹھایا جارہا ہے کہ امریکی قیادت کی جارحانہ پالیسیوں کے نتیجہ میں دنیا کتنی محفوظ یا غیر محفوظ ہو چکی ہے؟ دہشت گردوں کو شکست دینے اور امن عالم قائم کرنے کے حوالہ سے امریکی حکومت اپنے دعوؤں میں کس حد تک کامیاب رہی ہے؟ سنجیدہ فکر حلقوں میں اس حوالے سے بھی تشویش بڑھ رہی ہے کہ اگر مستقبل میں بھی جبر و طاقت کے ناروا استعمال کی پالیسیاں جاری رہیں تو اس کے نتائج کیسے ہولناک ہوں گے؟ ایک طرف افغانستان و عراق میں بڑھتی ہوئی مزاحمت امریکہ اور اس کی اتحادی افواج کے لئے دہشت و خوف کی صورت حال پیدا کر رہی ہے تو دوسری طرف امریکی حلیف ممالک میں امریکہ اور مغرب مخالف جذبات کی آگ شدید تر ہوتی جارہی ہے۔ حلیف حکومتوں کے لئے امریکی حمایت کے ساتھ طویل عرصے تک ایک ہی نہج پر چلنا اور ایک ہی جیسی پامال اصطلاحوں کا سہارا لے کر تشدد آمیز پالیسیوں کو اپنے ملکوں میں جاری رکھنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتا جارہا ہے اور اس کا ایک بڑا ثبوت برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر ہیں جو صدر بش کے سب سے قریبی حلیف اور عملی معاون سمجھے جاتے ہیں انہیں برطانوی عوام کی اکثریت اور اپوزیشن پارٹیوں کی مخالفت کے علاوہ خود اپنی پارٹی کے سرکردہ افراد کی جانب سے بھی بدترین مخالفت کا

سامنا ہے، افغانستان وعراق میں تعینات برطانوی فوجیوں کی بڑھتی ہوئی ہلاکتوں نے ٹونی بلیئر کے لئے اگلی مدت میں برسر اقتدار رہنے کے امکانات تقریباً ختم کر دیئے ہیں، حتیٰ کہ چند روز پہلے انہیں بادل نخواستہ اعلان کرنا پڑا ہے کہ وہ حتمی تاریخ کا تعین تو نہیں کر سکتے لیکن ایک سال کے اندر اپنا عہدہ چھوڑ دیں گے۔ اندرونی مخالفت کی یہی صورت حال کم وبیش ایک اور بڑے امریکی حلیف پاکستان کو بھی درپیش ہے۔ صدر جنرل پرویز مشرف کیلئے فرنٹ لائن سٹیٹ کے اعزاز کا دفاع کرنا روز بروز مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ صدر مشرف کا یہ فرمان کہ دہشت گردوں کے خلاف کارروائی ہم اپنے قومی مفاد میں کر رہے ہیں عوامی سطح پر زیادہ پسندیدگی سے نہیں دیکھا جاتا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جنوبی اور شمالی وزیرستان میں ہونے والی فوجی کارروائیوں کو خود حکمران جماعت کے کئی سرکردہ افراد کی حمایت بھی حاصل نہیں رہی۔ حکمران جماعت کی بقا کیونکہ صدر مشرف کے سایۂ عاطفت کی مرہون ہے اس لئے اپوزیشن جماعتوں کی طرح کھلے بندوں نہ سہی مگر دبے لفظوں میں ارکان جماعت ان خدشات کا اظہار کر رہے ہیں کہ ''وار اون ٹیررازم'' جو رخ اختیار کرتی جا رہی ہے وہ پاکستان کے لئے بہتر نہیں ہے اور مستقبل میں اس کے ضرر رساں اثرات پاکستان کی سالمیت کے لئے خطرہ بن کر ایک وبال کی صورت ظاہر ہوتے رہیں گے اور ان مشکل حالات سے کسی بھی منتخب حکومت کے لئے نمٹنا ممکن نہیں رہے گا۔ عالمی تجزیہ نگار تسلیم کرتے ہیں کہ برطانیہ کی نسبت پاکستان کی مشکلات زیادہ ہیں، امریکہ مستقبل کی منصوبہ بندی میں پاکستان کے کردار کو منفی نہیں کر سکتا۔ عراق، ایران اور شام کے گھیراؤ کے لئے پاکستان کی اہمیت امریکی پالیسی سازوں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ صدر مشرف کے قائم کردہ حکومتی سیٹ اپ کو نہ صرف باقی رکھیں بلکہ اس کی کھلی حمایت کا اعادہ بھی کرتے رہیں۔ عالمی تجزیہ نگار صدر مشرف کو بھی صدر بش کی طرح Constructive Chaos کی اصطلاحی ناؤ کا اہم سوار خیال کرتے ہیں۔ تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ یہ بات بالکل غیر منطقی ہوگی کہ صدر بش تو غیر معمولی صورت حال کے پیش نظر خود تیسری مدت کی صدارت سنبھالنے کے لئے تیار ہوں مگر سٹرٹیجک اہمیت کے حامل وہ ممالک جن کے ذمہ وار اون ٹیرر کا بہت سا کام ابھی نمٹانا باقی ہو وہاں کے حلیف حکمران معزول کر دیئے جائیں؟ شاید اسی لئے صدر مشرف کے مزید پانچ سال باوردی صدر رہنے پر امریکی پالیسی سازوں کو کوئی اعتراض نہیں ہے اور عین ممکن ہے کہ اس ضمن میں صدر مشرف کو امریکی انتظامیہ کی جانب سے کوئی گرین سگنل بھی مل چکا ہو۔ ورنہ صدر مشرف کے اگلے پانچ سال تک باوردی صدر رہنے کی بات حکمران جماعت کے سرکردہ افراد کی زبانوں پر ہرگز نہ آتی۔ تجزیہ نگار تسلیم کرتے ہیں کہ پاکستان کی کوئی بھی لبرل سیاسی جماعت ہزاروں یقین دہانیوں کے باوجود امریکی قیادت کو اس حوالے سے قائل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی ہے کہ وہ مستقبل کی امریکی منصوبہ بندی کے مطابق کوئی سودمند کردار ادا کرنے کی اہل ہے چنانچہ زمینی حقائق کو دیکھتے ہوئے امریکی پالیسی سازوں کے لئے پچھلے پانچ سال میں انتہائی مشکل فیصلوں پر عملدرآمد کرنے والے صدر مشرف اور ان کے حکومتی سیٹ اپ سے بہتر کوئی آپشن نہیں ہے۔

طول اقتدار کی نئی منصوبہ بندی اور مشترکات کے عنوان سے تجزیہ نگار جو بات کر رہے ہیں وہ یہی ہے کہ صدر مشرف اور صدر بش کے بیانات میں غیر معمولی قدر مشترک پائی جاتی ہے۔ صدر بش اور ان کی New Cones لابی کے

لوگ دہشت گردوں کے خلاف مسلسل برسرپیکار رہنے پر بضد ہیں اور اس کے لئے آئندہ چار برس تک عہدہ صدارت اپنے پاس رکھنے کا غیر معمولی اور تاریخی فیصلہ بھی شاید کر چکے ہیں تو دوسری طرف صدر مشرف بھی عہدۂ صدارت چھوڑنے اور فوجی وردی اتارنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ صدر بش کی طرح ان کا بھی یہی کہنا ہے کہ اس وقت ملک کو غیر معمولی حالات درپیش ہیں لہٰذا ملک کو نہ صرف ان کی بلکہ ان کی وردی کی بھی اشد ضرورت ہے۔ صدر بش کی طرح دہشت گردوں کے خلاف جنگ صدر مشرف کے ایجنڈے میں بھی سرفہرست ہے اور وہ امریکی قیادت کے دیگر مطالبات کے تحت روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے فروغ، انتہا پسندی کے خاتمہ اور طالبان کے خلاف مہم جوئی کے لئے بھی کمربستہ ہیں یہی وجہ ہے کہ اپنی پالیسیوں کے تسلسل کے لئے مزید ۵ برس تک عہدۂ صدارت اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں۔ صدر مشرف کے حالیہ بیانات میں القاعدہ کا تذکرہ نسبتاً کم ہو گیا ہے اور شاید اس لئے کم ہو گیا ہے کہ صدر مشرف کے بقول انہوں نے پاکستان سے القاعدہ کے دہشت گردوں کا خاتمہ کر دیا ہے لیکن طالبان کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ ان کے خاتمہ کیلئے کچھ مدت مزید درکار ہے کیونکہ طالبان کی جڑیں عوام میں ہیں۔ لہٰذا طالبان کی جڑیں کاٹنے کے لئے بھی مزید ۵ سال اقتدار کا تسلسل ضروری ہے۔

اگر Constractive Chaos کی اصطلاح کے مشترکات کے مطابق صدر بش اور صدر مشرف کے طول اقتدار کی منصوبہ بندی ہو چکی ہے تو پھر صدر مشرف جو ان دنوں دس روزہ طویل دورہ پر امریکہ پہنچ چکے ہیں وہ امریکی قیادت سے اپنے مستقبل کے کردار کے حوالہ سے ضرور بات چیت کریں گے۔ عجیب اتفاق ہے کہ اگر دونوں صدور آئندہ مدت کے لئے برسر اقتدار رہتے ہیں تو ان کے عہدۂ صدارت کی اگلی مدت ۲۰۱۲ء میں ختم ہو گی۔ یہ ایک اور قدر مشترک ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ۲۰۱۲ء تک ’’وار اون ٹیرر‘‘ کس فیصلہ کن مرحلہ تک پہنچے گی اور دونوں صدور غیر معمولی حالات کے تحت کئے جانے والے فیصلوں میں کس حد تک کامیاب ہو سکیں گے۔

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

پروفیسر خالد شبیر احمد

نعت رسولِ مقبول ﷺ

قلب روشن از خیالِ گنبد ِ خضریٰ ہوا
جب سے فیضانِ جمالِ گنبدِ خضریٰ ہوا

حسنِ اعجازِ محمد ﷺ سے ہیں روشن صحن و بام
نورافشاں خوش خصالِ گنبدِ خضریٰ ہوا

نعت گوئی سے میرا یہ فکر و فن کا سلسلہ
مخزنِ جاہ و جلالِ گنبد ِ خضریٰ ہوا

وہ ہے یکتا، لاجواب و بے مثال و لازوال
منفرد ہر اک کمالِ گنبد ِ خضریٰ ہوا

فیض قربت سے رگوں میں دوڑتی ہے زندگی
روح فرسا انفصالِ گنبد ِ خضریٰ ہوا

گنبدِ خضریٰ پہ رقصاں نور کا زریں غلاف
رونقِ ہر خد و خالِ گنبد ِ خضریٰ ہوا

ہاں ہوس کی اس تپش میں میرا ذوقِ نعت ہی
مرکزِ شوقِ وصالِ گنبد ِ خضریٰ ہوا

اب یہاں آئے ہو کس منہ سے دوں گا کیا جواب
مجھ پہ جس پل یہ سوالِ گنبدِ خضریٰ ہوا

جگمگا اُٹھے میرے قلب و جگر کے سب اُطاق
مضطرب پہ یوں نوالِ گنبدِ خضریٰ ہوا

اُس پہ نظریں ڈالتے ہی پیاس میری بجھ گئی
زمزم و کوثر زُلالِ گنبد ِ خضریٰ ہوا

میں غزل گو اِن دنوں حلقہ بگوشِ نعت ہوں
مجھ پہ یوں فیضِ کمالِ گنبدِ خضریٰ ہوا

دَر کھُلے ہیں مجھ پہ خالدؔ آپ کے انوار کے
جب سے دل یہ امتثالِ گنبد ِ خضریٰ ہوا

☆......☆......☆

شورش کاشمیریؒ

بازارِ شریعت میں ترامیم کے انبار

ظاہر میں سیاست کی فضا اور ہی کچھ ہے
لیکن شہِ یثرب کی رضا اور ہی کچھ ہے

کچھ لوگ مخالف ہیں رسولِ عربی کے
ان کے لیے فرمانِ قضا اور ہی کچھ ہے

دریوزہ گرِ شہر خزف چننے چلے ہیں
قدرت کے خزانہ میں چُھپا اور ہی کچھ ہے

جس شخص نے اسلام کا بیوپار کیا ہو
اس تاجرِ قرآں کی سزا اور ہی کچھ ہے

بازارِ شریعت میں ترامیم کے انبار
ہم نے تو پیمبر سے سنا اور ہی کچھ ہے

اسلام کے سینے میں ترازو ہیں کئی تیر
ہر چند کہ ہنگامِ وغا اور ہی کچھ ہے

طاغوت پرستوں کے لیے دولتِ دنیا
توحید کے بیٹوں کا صِلا اور ہی کچھ ہے

دستارِ فضیلت کے خم وپیچ کی شہ پر
یارانِ سرِ پُل کی صدا اور ہی کچھ ہے

یارانِ کج اندیش سے کہنا ہی پڑے گا
مردانِ قلندر کی ادا اور ہی کچھ ہے

میں اتنا سمجھتا ہوں کہ اس دورِ نوی میں
بیدرد زمانے کی ہوا اور ہی کچھ ہے

اسلام تو محتاج نہیں رقص و غنا کا
بدھو نے بہرحال کہا اور ہی کچھ ہے

اللہ کی غیرت سے تمسخر نہیں جائز
یہ جرم ہے وہ جس کی سزا اور ہی کچھ ہے

قاتل تو کئی ایک ہیں اس شہر میں شورشؔ
احباب کے خنجر میں مزا اور ہی کچھ ہے

(۱۹۶۶ء)

انور مسعود

کیا دولتِ نایاب لُٹی موت کے ہاتھوں؟

بیاد: شورش کاشمیریؒ (انتقال: ۲۵/ اکتوبر ۱۹۷۵ء)

اللہ کرے مرقدِ شورشؔ کو منور
وہ عاشق و مداحِ شہنشاہِ اُمم تھا

محکم تھا چٹانوں کی طرح اُس کا ارادہ
باطل کے لیے اُس کا قلم تیغِ دودم تھا

اُس مردِ خدا مست کی للکار کے آگے
سہما ہوا ہر بندۂ دینار و درم تھا

ہر دور میں توفیقِ نوا دی گئی اُس کو
اُس مردِ مجاہد پہ یہ مولا کا کرم تھا

کیا دولتِ نایاب لُٹی موت کے ہاتھوں
وہ شخص تو اظہارِ صداقت کا بھرم تھا

زنداں میں بھی شورش نہ گئی اس کے جنوں کی*
وہ شخص تو منجملہ اربابِ ہمم تھا

* مصرعۂ میرؔ بہ ترمیم خفیف

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

۸۔ اکتوبر ۲۰۰۵ء دی یاد

میرا، مُنّی دا، بھائی دا، امی دا
پیاری دادی دا بابا!
کفن چائی دا
ہُن کمبل بچھونے نئیں چائی دے
مینوں اپنے کھلونے نئیں چائی دے
اپنی مُنّی نوں گڑیا نئیں چائی دی
کوئی خواباں دی پڑیا نئیں چائی دی
بسکٹ، غبارے، گھڑی وی نئیں
دادی اماں دے لئی کوئی چھڑی وی نئیں
آ کے لاشاں سنبھالو
کفن چائی دا
میرا بستہ نہ جانے کتھے رہ گیا
میرا دوست تے بھائی
تے سنگ ساتھ وی
ہسدا ہسدا نہ جانے کتھے رہ گیا

میرے کپڑے نہ جانے کتھے دفن نیں
سبھے چڑیاں نہ جانے کتھے رہ گئیاں
اُوہناں دے آشیانے کتھے دفن نیں
دادی اماں دے ہتھ وچ
تسبیح سی
پتہ نئیں
اوہدے دانے کتھے دفن نیں
خواہشاں دے خزانے کتھے دفن نیں
ہُن خزانے کی کرنے
اے جیون دے
سارے بہانے کی کرنے
کفن چائی دا
میرا مُنّی دا، بھائی دا، امی دا
پیاری دادی دا بابا!
کفن چائی دا

پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

مولانا عتیق الرحمٰن تائب رحمہ اللہ

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن تائبؔ ردِّ قادیانیت کی تاریخ میں ایک ممتاز و منفرد نام ہے۔ جو پہلے قادیانی تھے، قبول اسلام کے بعد قادیانیت کے خلاف پورے ہندوستان میں دین اسلام کے بنیادی عقیدہ ''ختم نبوت'' کے تحفظ کے لیے ان کی انتھک محنت اور لگن کو ہم اپنے دل و دماغ کی گہرائیوں سے خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

مولانا عتیق الرحمٰن قیام پاکستان کے بعد چنیوٹ میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ ان دنوں میری عمر بارہ تیرہ برس کی ہوگی۔ مجلس احرارِ اسلام سے وابستگی نے میرے دل و دماغ میں بھی قادیانیوں کے خلاف نفرت کی آگ لگا رکھی تھی۔ میرے اور مولانا کے درمیان ملاقاتوں کا سلسلہ اسی لیے جاری رہا کہ ہم دونوں قادیانیت کے خلاف ایک ہی راہ کے مسافر اور ایک ہی منزل کے راہی تھے۔ چنیوٹ میں مجلس احرار اسلام کے نونہالوں کا الگ شعبہ اور الگ دفتر تھا۔ ہم الگ باوردی پریڈ کیا کرتے تھے اور تقریباً ڈیڑھ دو سو کے قریب لڑکے میری کمان میں تھے۔ قادیانی ۱۹۴۷ء میں جب قادیان سے پاکستان میں آئے تو سب سے پہلے وہ چنیوٹ میں ہی آ کر آباد ہوئے تھے اور ہندوؤں کے تمام مکانات انہیں عارضی طور پر دے دیئے گئے تھے۔ اس لیے قادیانیوں کے ساتھ میری اکثر لڑائیاں ہو جاتی تھیں اور میں قادیانیوں کے خلاف سرگرمیوں کی وجہ سے پورے شہر میں مشہور ہو گیا تھا۔ مولانا عتیق الرحمٰن میری ان سرگرمیوں کی وجہ سے میرے ساتھ بہت محبت سے پیش آتے اور میری تربیت کے ساتھ ساتھ قادیانیت کے بارے میں اکثر مجھے کچھ نہ کچھ بتاتے رہتے تھے۔ جس سے میرے عزم میں پختگی اور ارادوں میں استحکام پیدا ہوتا اور میں پہلے سے بڑھ کر قادیانیوں کے خلاف اپنے نوجوان ساتھیوں کے ہمراہ سرگرم کار رہتا۔ یہ سلسلہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ شہر کے قادیانیوں کو میرے بارے میں سوچنا پڑا۔ چنانچہ انہوں نے تبّت کے دو قادیانیوں کو میری سرکوبی کے لیے مقرر کیا۔ جس کا مجھے بھی علم ہو گیا۔ میں نے اس بات کا ذکر اپنے استاد جو مجھے فنِ کشتی کے داؤ پیچ سکھاتے رہتے تھے، ان سے کر دیا۔ وہ شہر کے مشہور پہلوانوں میں شمار ہوتے ان کا نام اللہ دتہ قصاب المعروف دتہ قصائی تھا۔ (جنہوں نے قادیانیوں کے خلاف ختم نبوت تحریک میں ایک سال قید بھی کاٹی) میرے کہنے پر ان تبّتی قادیانیوں کو جو عموماً میرے راستے میں کھڑے ہو کر مجھے گھورتے اور ڈراتے تھے ان کے سامنے اپنا گراری والا چاقو کھولا اور بآواز بلند ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تنبیہہ کی کہ اس لڑکے کو ہاتھ لگایا تو زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ اس کے بعد میں نے ان تبّتی قادیانیوں کو پورے شہر میں پھر کبھی نہیں دیکھا اور میں قادیانیت کے خلاف سرگرمیوں میں اسی طرح مصروف رہا کہ جیسے پہلے مصروف رہتا تھا۔ مولانا عتیق الرحمٰن بھی چنیوٹ محلّہ گڑھا میں ہی ایک

مکان میں مقیم تھے۔ اکثر ان سے ملتا وہ مجھے کئی باتیں بتاتے۔ امیر شریعت کے قادیان میں داخلے کے وہ عینی شاہد تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اس وقت مجھے بھی قادیانیت کے خلاف کچھ شک سا ہونے لگا تھا میں رات کو ایک بڑا کمبل سر پر لپیٹ کر خفیہ طور پر امیر شریعت رحمہ اللہ کی قادیان والی تقریر سن آیا تھا۔ جس سے میرے دل میں قادیانیت کے بارے میں مزید اشکال پیدا ہو گئے۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ کیا آپ پیدائشی قادیانی تھے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ''نہیں میں پیدائشی قادیانی نہیں تھا۔ بلکہ قادیان میں میرا گھر تھا بدقسمتی سے میرے والدین بہت جلد فوت ہو گئے اور میں بالکل اس وقت بے سمجھ اور کم سن بچہ تھا۔ قادیانیوں نے مجھے پالا پوسا اور میری تعلیم وتربیت کی طرف خصوصی توجہ دے کر مجھے قادیانیت کے سانچے میں ڈھال لیا۔ مجھے انہوں نے پورا مبلغ بنا کر قادیانیت کی تبلیغ کے لیے ہر طرح تیار کر لیا تھا۔ اور میں نے یہ کام بڑے جوش اور جذبے سے کیا''۔ میرے اس سوال کے جواب میں کہ آپ کے ہاتھ پر کبھی کسی مسلمان نے قادیانیت کو قبول بھی کیا یا نہیں؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ نہیں یہ اللہ کا فضل وکرم تھا کہ کسی مسلمان نے میری تبلیغ سے متأثر ہو کر قادیانیت کو قبول نہیں کیا''۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جب آپ کے دل میں قادیانیت کے خلاف اشکال پیدا ہوئے تو پھر آپ نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ ''میں نے دیوبند ایک خفیہ خط لکھ کر ان سے قادیانیت کے بارے میں چند سوالات پوچھے تو جواب میں مجھے دیوبند سے ایک خط موصول ہوا'' کہ تم چند دنوں کے لیے دیوبند چلے آؤ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے قادیانیوں سے پوشیدہ دیوبند کا قصد کیا اور وہاں پہنچ گیا۔ مدرسہ میں میرا قیام تھا اور اکثر وہاں کے طالب علموں اور اساتذہ سے ملتا اور بات چیت کرتا۔ تقریباً سات روز تک میرا دیوبند میں قیام رہا۔ ان کے حسن اخلاق ان کے ادب آداب، ان کی نمازوں میں خضوع وخشوع سے دل میں یہ بات راسخ ہو گئی کہ یہ لوگ حق کے راہی اور اللہ کی پیاری مخلوق ہیں۔ یہ غلط نہیں ہو سکتے ہم قادیانی ہی غلط اور گمراہ ہیں۔ چنانچہ میں نے وہیں پر یہ فیصلہ کر لیا کہ میں قادیانیت کو چھوڑ دونگا اور اسلام قبول کرلوں گا۔ چنانچہ بعد میں میں نے خفیہ طور پر اسلام قبول کر لیا۔ اور قادیانیت سے تائب ہو گیا۔ لیکن میرے لیے مسئلہ یہ تھا کہ قادیان کے اندر میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیسے کروں۔ اس کے لیے مجھ میں جرأت نہیں تھی۔ کیونکہ قادیان اس وقت قادیانیوں کی ایک مکمل ریاست تھی جہاں پر برطانوی حکومت کا حکم نہیں چلتا تھا۔ بلکہ مرزا بشیرالدین محمود کا حکم چلتا تھا۔ اور ان کی مخالفت سے اس لیے بھی ڈر لگتا تھا کہ وہ قتل بھی کرا دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں میری مدد کا ساماں اس طرح فراہم کر دیا کہ قادیان کانفرنس ۱۹۳۴ء کے بعد مجلس احرارِ اسلام نے قادیان میں اپنا مرکز اور دفتر کھول دیا۔ اور کئی احرار کارکن سرخ وردیوں میں شہر کے اندر کھلم کھلا قادیانیوں کے خلاف یعنی ''تحفظ ختم نبوت'' کے فریضے کو سرانجام دینے کے لیے سردھڑ کی بازی لگانے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ میں نے احرار کے دفتر سے رابطہ قائم کیا اور انہیں کہا کہ میں اپنے مسلمان ہونے کا قادیان میں اعلان کرنا چاہتا ہوں مجھے اسی سلسلے میں احرار کارکنوں کی مدد درکار ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا آپ اعلان تو کریں آپ کی ہوا کی طرف بھی کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ ہم گھر سے یہ بات گھر والوں کو کہہ کے آتے ہیں کہ اب خدا واپس لایا تو گھر آئیں گے ورنہ قادیان میں شہادت کا رتبہ حاصل کرلیں گے۔

احرار کے جیالے کارکنوں نے میرے دل میں ایسا جذبہ پیدا کر دیا کہ میں نے قادیان میں برملا اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس دن پورے قادیان میں صفِ ماتم بچھ گئی اور میرا مسلمان ہو جانا ہر قادیانی مرد و زن کی زبان پر تھا۔ اور وہ اس سے بڑے پریشان ہوئے لیکن اب تو تیر چل چکا تھا۔ اس کے بعد میرے دل میں قادیانیوں کے خلاف کام کرنے کا جذبہ جوان ہوتا گیا۔ احرار کا میں چونکہ ذاتی طور پر ممنون تھا' اس لیے احرار کارکنوں سے احرار رہنماؤں تک رسائی کا موقع ملا امیر شریعت رحمہ اللہ کے ساتھ تعلق قائم ہوا' پھر میں نے بقیہ تمام زندگی قادیانیت کے خلاف تبلیغ میں صرف کر دی۔ اس سلسلے میں چنیوٹ کے شیوخ سے میرا رابطہ ہوا اور انہوں مجھے کلکتہ اور اس کے گرد و نواح میں قادیانیوں کی خلافِ اسلام سرگرمیوں کے خلاف کام کرنے پر مامور کر دیا۔ میرے خیال میں ان کا قادیان سے چنیوٹ آ کر آباد ہونے کی وجہ بھی یہی چنیوٹ کی شیخ برادری تھی جنہوں نے انہیں چنیوٹ آباد ہونے کا مشورہ دیا ہوگا۔

مولانا کی زندگی کا بنیادی وصف بہادری اور ان کا اپنے عقیدے کے بارے میں پختہ یقین تھا۔ وہ قادیانیت کے خلاف بات کرتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے کوئی مجاہد تلوار ہاتھ میں لیے میدان جنگ میں جہاد و قتال میں مصروف ہے اور دشمنانِ اسلام کی لاشیں اس کے اردگرد بکھری پڑی ہیں۔ چائے کے ساتھ ان کی خاص رغبت پورے شہر میں مشہور تھی۔ وہ چائے' چائے کی پیالی سے نہیں بلکہ چائے کی کیتلی سے پیتے۔ اور گفتگو میں اس قدر مٹھاس اور تازگی ہوتی کہ جی چاہتا یہ شخص بولتا جائے اور ہم ہمہ تن گوش اس کو سنتے رہیں۔ ایک دفعہ طے ہوا کہ چناب نگر کے قریب جو اس وقت ربوہ کہلاتا تھا ایک قادیانی گاؤں میں جا کر جلسہ کیا جائے۔ چنانچہ مولانا سے رابطہ کیا گیا۔ مولانا اس کے لیے تیار ہو گئے۔ سارا گاؤں تقریباً قادیانی تھا۔ کچھ احرار کارکنوں کو ساتھ لے کر مولانا وہاں اکیلے ہی چلے گئے مسلمانوں کی ایک مسجد میں جلسے کا اعلان کر دیا گیا۔ اس پر وہاں کے قادیانیوں نے آ کر مولانا کو وارننگ دی کہ آپ تقریر نہ کریں ورنہ قتل کر دیں گے۔ مولانا نے جواباً کہا کہ ہم تو آپ کے ہاتھوں قتل ہو کر شہادت کا رتبہ پانے کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ چنانچہ جلسہ شروع ہوا۔ مولانا نے قادیانیت کے تار و پود بکھیر کے رکھ دیئے کہ اچانک اردگرد کے مکانوں سے اینٹوں کی بارش ہونے لگی۔ رضا کاروں میں کئی زخمی ہو گئے۔ خود مولانا بھی زخمی ہوئے۔ اب ان کے جسم سے خون جاری ہے لیکن مجال ہے کہ زبان دم بھر کے لیے رکی ہو۔ انہوں نے کہا کہ تم پتھر مارو مگر یہاں ہم چند مسلمان شہید ہو گئے تو پورے ملک میں انقلاب آ جائے گا اور تمہارا ملک بھر میں ناطقہ بند کر کے رکھ دیا جائے گا۔ ہمارا تعلق مجلس احرار اسلام کے ساتھ ہے اور تم جانتے ہو کہ مجلس احرار اسلام کے رضا کار موت سے نہیں ڈرتے۔ آپ کے اس اعلان کے ساتھ ہی اینٹوں کی بارش رک گئی اور مولانا زخمی حالت میں تقریر مکمل کر کے وہاں سے لوٹے۔

یہ غالباً ۱۹۴۸ء کے وسط کا واقعہ ہے کہ میں روزانہ ہاکی کھیلنے کے لیے چنیوٹ کے مشہور گراؤنڈ ''کمال گراؤنڈ'' جایا کرتا تھا۔ راستے میں تحصیل چوک کے ساتھ قادیانیوں کے تعلیم الاسلام سکول کے قادیانی طلباء تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ایک دن میں حسب معمول اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ہاکی کھیلنے جا رہا تھا تو تحصیل چوک کے قریب مجھے مولانا ملے لیکن

بڑی بُری حالت میں تھے۔ کپڑے خراب، سر کے بال بکھرے ہوئے، چہرے پر چوٹوں کے نشان۔ میں نے انتہائی پریشانی کے عالم میں ان سے پوچھا مولانا یہ کیا ہوا؟ کہنے لگے کہ قادیانی لڑکوں نے مجھے زدوکوب کیا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کب ہوا اور کیوں؟ انہوں نے جو جواب دیا' اس نے میرے تن من میں آگ لگا دی۔ ان کا جواب تھا کہ چنیوٹ میں میری پشت پر کوئی نہیں مجھے تو قادیان کے اندر بھی کسی قادیانی کو ہاتھ لگانے کی جرأت نہ ہوئی۔ آج چنیوٹ میں قادیانیوں سے مجھے مار کھانا پڑی۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج میں تو ہاکی ان قادیانیوں کے ساتھ کھیلوں گا۔ جنہوں نے مولانا کو مارنے کی جرأت کی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ میرے سب ساتھیوں نے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ آج ہاکی ہم بھی قادیانیوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ ہم نے مولانا سے پوچھا کہ مارنے والے کدھر گئے ہیں انہوں نے کہا کہ وہ اپنے محلے کی طرف یعنی محلّہ گڑھا کی طرف ابھی ابھی گئے ہیں لیکن تم ان سے نہ لڑو اب جو کچھ ہوا سو ہو گیا۔ میں نے کہا کہ مولانا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قادیانی آپ کو ماریں اور ہم خاموش رہیں اگر آج ہمیں قادیانی لڑکوں کو گھر سے نکال کر بھی مارنا پڑا تو ان شاء اللہ ہم اس سے گریز نہیں کریں گے۔ چنانچہ ہم نے ان لڑکوں کا پیچھا کیا۔ وہ سب اپنے محلّہ میں اکٹھے ہمیں مل گئے۔ مولانا ہمارے پیچھے ہمیں منع کرتے رہے لیکن ہم نے انہیں گھیرا ڈال کر ہاکیوں سے ان کی خوب پٹائی کی زخمی حالت میں وہ اپنے گھروں کو بھاگ گئے۔ ہم ان کے پیچھے بھاگے اور ان کے گھروں پر ہاکیاں مار مار کر انہیں للکارتے رہے لیکن وہ گھروں سے باہر نہ نکلے۔ مولانا نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا' مجھے گلے لگایا اور کہا کہ آج تو نے میرا کلیجہ ٹھنڈا کر دیا ورنہ میرا تو چنیوٹ میں چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب میرے ان سے اتنے قریبی تعلقات نہیں تھے۔ اس واقعہ نے انہیں میرے بہت قریب کر دیا اور ان سے اکثر ملاقاتیں ہوئیں۔ بعد میں میرے والد محترم مولانا نذیر مجیدیؒ سے بھی ان کے دوستانہ تعلقات قائم ہوئے۔ پھر ان سے ایک اور گہرا اور قریبی تعلق یہ قائم ہو گیا کہ ان کی بڑی بیٹی کا رشتہ میرے چھوٹے بھائی باقر صغیر احمد سے ہو گیا اور یوں وہ تعلق جو ابتداء میں میرے اور ان کے درمیان ردِّ قادیانیت اور مجلس احرار اسلام کے حوالے سے قائم ہوا تھا۔ ایک خاندانی تعلق کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ احرار کے جلسوں میں اکثر وہ تقریریں بھی کرتے اور میرے ساتھ جلسوں کی منادی کرنے بھی چلے جاتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے کہ میں اور مولانا دونوں حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے جلسے کی منادی کرنے شہر میں ایک تانگے پر نکلے تو میرے منہ سے مولانا مولوی امیر شریعت نکل گیا۔ مجھے سختی سے ٹوکا اور کہا کہ خبردار امیر شریعت کو اگر مولوی کہا۔ امیر شریعت مجاہد ہیں اور مولوی اور مجاہد میں صرف ''م'' مشترک ہے۔ آخری دنوں میں ان سے ملاقات فیصل آباد کی جناح کالونی کی مسجد میں ہوئی اس وقت ان کی صحت درست نہیں تھی۔ لیکن اس ڈیڑھ گھنٹے کی ملاقات میں وہ مجھے یہی کہتے رہے کہ بیٹے قادیانیت کے خلاف جو کچھ کر سکتے ہو کر گزرو یہی ایک وسیلہ نجات ہے۔ ہمارے پلے اور کیا دھرا ہے ساری زندگی ردِّ قادیانیت میں گزار دی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دن رات ایک ہی دعا کرتا ہوں کہ میرے دامن میں تو اس کام کے سوا اور کچھ نہیں' اسے قبول کر لے اور اس کام کو ہی میری بخشش اور میری نجات کا سبب بنا دے۔ میں نے اس پر آمین کہا اور ان سے رخصت ہو کر

واپس آ گیا۔ یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی۔ جس کے بعد وہ جلد ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ لیکن ان کا نام اور ان کا کام زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ یقیناً وہ تاریخ محاسبۂ قادیانیت میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں اور ہم احرار ان کے اس کام کی وجہ سے ان کے معترف ہی نہیں بلکہ ان کی عظمت کے گیت گانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شُد نہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

وہ عقیدۂ ختم نبوت پر لازوال ایمان رکھتے تھے اور انہیں حضور خاتم النبیین ﷺ سے والہانہ محبت تھی۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے قادیانی ہونے کے دوران جو کچھ دین اسلام کے خلاف کیا ہے اس کے ازالے کے لیے تن، من، دھن کی قربانی دے کر ہی سرخرو ہو سکتے ہیں۔ ''قادیانی فتنہ'' اور ''قادیانی نبی'' ان کی معروف کتابیں ہیں۔ ان کے تحریری کام کو جناب مولانا مشتاق احمد صاحب دوبارہ شائع کرانے کا ارادہ رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس نیک کام کے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا کام دین اسلام کی سب سے اعلیٰ وارفع خدمت ہے کیونکہ عقیدۂ ختم نبوت ہی دین اسلام کا مرکز ومحور ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے مقام ومنصب اور ناموس رسالت (ﷺ) کی حفاظت کا مکمل اہتمام اس وقت تک سرے سے ممکن ہی نہیں، جب تک آپ عقیدۂ ختم نبوت کے باغیوں کا مکمل اور مدلل محاسبہ نہیں کرتے۔ اسی لیے تو ہم احرار والے ہر اس شخصیت کے مداح ہیں جو اس کام میں ہمارے ساتھ تعاون کرے کیونکہ ہم نے ہی ردِّ قادیانیت کو ایک تحریک کی شکل دے کر مسلمانوں کے تعاون اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے میں مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ ؎

عہدِ افرنگ میں اس جذبۂ بیدار کے ساتھ
گنگ لمحوں کو بھی احرار کیا ہے میں نے
دین کی صف میں گُھسے تھے جو لٹیرے کب سے
ان کو رُسوا سرِ بازار کیا ہے میں نے

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات اُن کی

☆ڈاکٹر قدیر خان کو صدر بنائیں گے۔(نواز شریف)

سب کچھ لٹا کر ہوش میں آئے تو کیا کیا!

☆واشنگٹن: نائن الیون کا الزام امریکی حکومت پر لگانے والے پروفیسر کو جبری رخصت پر بھیج دیا گیا۔(ایک خبر)

ورنہ سقراط مر گیا ہوتا
اُس پیالے میں زہر تھا ہی نہیں

☆کلاس فیلو لڑکی کا خاکہ بنانے پر یونیورسٹی کے طالب علم کو پانچ ہزار روپے جرمانہ۔(ایک خبر)

اب لڑکیوں کے یوں ہی اڑیں گے خاکے
''تیری گلنار کالج میں میرا گلزار کالج''

☆مسلمان اسلامی فاشسٹ ہیں۔(امریکی صدر بش)

بات اتنی ہے کہ اُس کو شرم کرنا چاہیے
اِن برہنہ گالیوں پر ڈوب مرنا چاہیے

☆جب تین ''حسین'' اکٹھے ہیں تو اختلاف کیسا؟(حافظ حسین احمد)

عام ہے چاروں طرف ذریتِ ابن زیاد
کوئی ہے پاکستان کے کوفہ میں دربانِ حسین؟

☆آغا خان ہسپتال میں ڈاکٹر قدیر کا کامیاب آپریشن، پھولوں کے ڈھیر لگ گئے۔(ایک خبر)

آدمی کرتا ہے رسماً آدمی کا احترام
دل بڑی مشکل سے کرتا ہے کسی کا احترام

☆اوجڑی کیمپ امریکہ نے تباہ کیا۔(جنرل ریٹائرڈ جاوید ناصر)

بہت پرانا محسن ہے!

☆قرآن وسنت کے منافی قانون سازی کرنے والا لعنتی ہوگا۔(چودھری شجاعت)

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا!

☆اکبر بگٹی کوئی عالم دین نہیں تھے کہ امریکہ کے کہنے پر مارتے۔(چودھری شجاعت)

شکر ہے، علماء......کی ذمہ داری تو قبول کی!

☆صدر مشرف گھوڑے کی طرح تندرست ہیں۔(محمد علی درانی)

یہی بات کوئی مولوی کہتا تو پولیس نقصِ امن کے مقدمے میں گرفتار کر لیتی۔

☆غیر ملکی ذرائع کی لاعلمی: ''خلیج ٹائمز'' نے صہبا مشرف کا نام ''سرشرن کور'' لکھ دیا۔(ایک خبر)

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ترجمہ و تلخیص: فدا محمد عدیل (پہلی قسط)

گوانتانا موبے میں کیا قیامت ڈھائی جارہی ہے؟

پاکستان میں طالبان کے آخری سفیر ملا عبدالسلام ضعیف
امریکی عقوبت خانے میں گزرے لہورنگ شب و روز کی دل گداز روداد بیان کررہے ہیں

ملا عبدالسلام ضعیف صوبہ قندھار کے ضلع پنج وائی میں ملا نور محمد کے ہاں جنوری ۱۹۶۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابھی عمر عزیز کی صرف دو بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ ماں کی ممتا سے محروم ہوگئے۔ ماں کی رحلت کے بعد والد نے ان کی تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ دی۔ ابتدائی مذہبی تعلیم والد ہی سے حاصل کی۔ ابھی ان کی عمر نو سال تھی کہ ۱۹۷۶ء میں سایہ پدری سے بھی محروم ہوگئے۔ مزید تعلیم اپنے بڑے بھائی سے اور کچھ مقامی سکول میں حاصل کی۔ ۱۹۷۸ء میں افغانستان پر افتاد آپڑی تو خاندان کے دیگر افراد اپنے ساتھ ان کو بھی پاکستان لے آئے۔ یہاں نویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ وطن کی محبت نے ان کو چین سے رہنے نہ دیا اور کم سنی ہی میں ان کے اندر جہاد کا جذبہ پیدا ہوگیا۔ ملا ضعیف نے اپنے والد کے ایک قریبی دوست ملا محمد صادق اخوند کے ساتھ ضلع پنج وائی میں صدقیہ تحریک کے بینر تلے جہاد شروع کیا۔ جہاد کے ساتھ ساتھ علم کے مزید موتی سمیٹنے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ صدقیہ تحریک میں فعال کردار ادا کرنے پر ان کو اس تحریک میں اہم ذمہ داریاں تفویض کی گئی تھیں۔ افغانستان میں مجاہدین کی کامیابی تک وہ مذکورہ تحریک کے لیے بطور رہنما اور مدرس خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد حصولِ علم کا ادھورا سلسلہ مکمل کرنے کی غرض سے پھر پشاور آئے۔ یہاں دورۂ حدیث کے علاوہ انگریزی اور عربی زبانوں پر عبور حاصل کیا۔ طالبان تحریک کے آغاز سے لے کر اب تک اس سے وابستہ ہیں۔ طالبان نے صوبہ ہرات پر قبضہ کیا تو ان کو یہاں کے مرکزی بینک کا انچارج مقرر کردیا گیا۔ پندرہ ماہ تک اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کرنے کے بعد وزیر دفاع مقرر کیے گئے۔ وزارت کا قلم دان سنبھالنے کے چھ ماہ بعد مستعفی ہوگئے۔ اس کے بعد وزیر ٹرانسپورٹ بھی رہے۔ ۲۰۰۱ء میں اسلام آباد میں افغانستان کے سفیر مقرر کیے گئے۔ یکم جون ۲۰۰۲ء کو پاکستانی حکام نے ان کو امریکیوں کے حوالے کردیا اور تین سال دس مہینوں تک انہوں نے افغانستان اور امریکہ کی جیلوں میں سخت ترین ذہنی و جسمانی تشدد، صعوبتیں اور تکالیف برداشت کیں۔ ۱۱؍ستمبر ۲۰۰۵ کو امریکہ نے ان کو موجودہ افغان حکومت کے حوالے کردیا۔ آج کل افغان دارالحکومت کابل میں مقیم ہیں۔

ملا عبدالسلام ضعیف طالبان دور میں اسلام آباد میں افغانستان کے سفیر تھے۔ وہ ملا عمر کی حکومت کے سقوط تک اس عہدے پر فائز رہے۔ اب بھی پاکستان کو بڑا بھائی قرار دیتے ہیں مگر پاکستان کے لیے وہ قصۂ پارینہ بن چکے ہیں۔ پاکستانی حکام نے ان کو امریکہ کے خونخوار پنجوں میں دیا تو یہ اقدام ان کے لیے حیران کن اور انوکھا نہیں تھا۔ ملا ضعیف تین سال اور دس مہینے گوانتانا موبے اور افغانستان کے عقوبت خانوں میں اپنے سینے پر وقت کے

جابروں کے ضرب سہتے رہے۔اس عذاب سے رہائی کے بعدان کی دل ہلا دینے والی داستان کتابی صورت میں منظر عام پر آئی ہے۔پشتو زبان میں تحریر کی گئی ان کی کتاب میں ایسی ایسے روح فرسا واقعات بیان کیے گئے ہیں جنہیں پڑھ کر دل دہل جاتا ہے۔ملا ضعیف کی اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے اسے بڑے معروضی اور بے لاگ انداز میں تحریر کیا ہے۔جہاں انہوں نے گوانتانا موبے میں تعینات سنگ دل امریکیوں کے مظالم کو صاف صاف بیان کر دیا ہے۔وہاں اگر کسی امریکی فوجی یا افسر کا رویہ متاثر کن رہا تو انہوں نے اس کا اعتراف کرنے میں کسی بخل سے کام نہیں لیا۔بدنام زمانہ امریکی عقوبت خانہ گوانتانا موبے پچھلے کئی برسوں سے عالمی سطح پر جمہوری ،قانونی اور سیاسی حلقوں اور انسان حقوق کے کارکنوں کی شدید تنقید کا نشانہ بنا ہوا ہے۔گوانتانا موبے میں قیدیوں سے روا رکھے جانے والے مظالم کی کچھ جھلکیاں مختلف راویوں کی زبانی پہلے بھی سامنے آچکی ہیں مگر یہ پہلا موقعہ ہے کہ ایک اہم اور ذمہ دار طالبان لیڈر نے اس حوالے سے نہایت مفصل اور جامع کتاب تحریر کی ہے۔ملا عبدالسلام ضعیف کی پشتو کتاب کی تلخیص روزنامہ ''ایکسپریس'' کے شکریہ کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں:

☆......☆......☆

یہ ۲رجنوری ۲۰۰۲ء کی صبح تھی۔پاکستان میں سال نو کی تقریبات اختتام پذیر ہو چکی تھیں۔میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ معمول کی زندگی گزار رہا تھا اور ہر وقت افغانستان میں رہنے والے گمشدہ بھائیوں اور شہیدوں کی فکر میں مبتلا رہتا تھا۔میں ان کی قسمت پر کڑھتا تھا مگر اپنی تقدیر سے لاعلم تھا۔تقریباً ۸ بجے کا وقت تھا۔گھر کے محافظوں نے اطلاع دی کہ چند پاکستانی سرکاری اہلکار آپ سے ملنے آئے ہیں۔مہمانوں کو ایک چھوٹے سے کمرے میں بٹھایا۔یہ تین افراد تھے۔ان میں ایک پختون اور باقی دو اردو بولنے والے تھے۔میں نے افغان روایات کے مطابق تینوں مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور چائے بسکٹ سے تواضع کی۔میں متجسس تھا کہ وہ کیا پیغام لے کر آئے ہیں؟اردو بولنے والے ایک سیاہ رنگ کے موٹے کلین شیو شخص جس کے چہرے سے نفرت اور تعصب ٹپکتا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ جیسے دوزخ کا ایلچی ہو نے بظاہر بڑے مودبانہ انداز میں بات شروع کی اور پہلا جملہ یہ ادا کیا:Your Excellency you are no more Excellency پھر وہ شخص بولا:''آپ جانتے ہیں امریکہ بہت بڑی طاقت ہے اور کوئی اس کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔نہ ہی کوئی اس کا حکم ماننے سے انکار کی جرأت کر سکتا ہے۔امریکہ کو آپ کی ضرورت ہے تا کہ آپ سے پوچھ گچھ کی جا سکے۔ہم آپ کو امریکہ کے حوالے کرنے آئے ہیں تا کہ اس کا مقصد بھی پورا ہو اور پاکستان کو بھی بڑے خطرے سے بچایا جائے۔''میں نے بحث شروع کر دی اور کہا کہ چلو مان لیا امریکہ ایک سپر طاقت ہے لیکن دنیا کے کچھ قوانین اور اصول بھی تو ہیں؛ جن کے تحت لوگ زندگی گزارتے ہیں۔میں حیران ہوں کہ کن مروجہ اسلامی یا غیر اسلامی قوانین کے تحت مجھ سے یہ بدسلوکی کی جا رہی ہے ؟آپ کس کے ہاتھوں مجبور ہیں۔آپ کا اخلاقی فرض ہے کہ مجھے میرے سوالوں کا جواب دیں اور مجھے اتنی مہلت دیں کہ میں آپ کا ملک پاکستان چھوڑ دوں۔میری باتوں پر اس نے غراتے ہوئے کہا:''آج ہمیں اسلام یا قانون نہیں پاکستان کے مفادات عزیز ہیں۔''میں نے یہ بات سنی تو سمجھ گیا کہ اب کوئی دلیل اور عذر کام نہ آسکے گی۔خاموشی اختیار کرنے سے قبل صرف اتنا کہا کہ جو آپ کی مرضی ہے؛ کریں۔ہم بے بس اور مجبور لوگ ہیں سوائے خداوند قدوس کے کوئی دوسرا آسرا اور امید

نہیں۔ وہی ہمارا حامی وناصر ہو۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ آپ ۱۲ بجے تک گھر میں رہیں گے۔ اس کے بعد آپ کو پشاور لے جایا جائے گا۔ میری رہائش گاہ کو چاروں طرف سے محاصرے میں لیا گیا تھا اور باہر جانے کا کوئی راستہ تھا نہ ہی کوئی امید۔ ٹیلی فون کے ذریعے پاکستان کے دفتر خارجہ سے رابطہ کیا مگر سوائے خاموشی کے کچھ ہاتھ نہ آسکا۔

پھر وہ لمحہ بھی آیا جب مزید سرکاری حکام آئے اور حکم شاہی صادر کیا کہ آپ کو پشاور منتقل کیا جارہا ہے جہاں آپ ہمارے مہمان رہیں گے اور امریکی آپ سے صرف پوچھ گچھ کریں گے۔ ہوسکتا ہے دس دن بعد آپ گھر واپس آجائیں۔ یہی اطمینان میرے اہل وعیال کو بھی دلایا گیا اور مجھے یقین دلایا گیا کہ جب تک میں ان کا ''مہمان'' ہوں' میرے خاندان کی رہائش اور خوراک وغیرہ کا بندوبست کیا جاتا رہے گا۔ میرا یہ سب کچھ ادھر رہ گیا۔ میرے پاس دس مہینے کا ویزہ تھا اور حکومت پاکستان کا یہ رسمی اجازت نامہ بھی کہ میں اس وقت تک پاکستان میں قیام کرسکتا ہوں جب تک افغانستان کے حالات ٹھیک نہیں ہوجاتے جبکہ اقوام متحدہ کا وہ لیٹر بھی تھا جس میں پاکستانی حکام کو کہا گیا تھا کہ یہ (ملا عبدالسلام ضعیف) اہم شخصیت ہیں' ان کا احترام ہونا چاہیے۔

لگ بھگ ۱۲ بجے کا وقت تھا' جب تین گاڑیاں آئیں اور مسلح اہلکاروں نے گھر کا محاصرہ کرکے راستے اور لوگوں کی آمد ورفت کو بند کردیا۔ اس وقت میڈیا کے لوگوں کو بھی مجھ سے ملنے کی اجازت نہ دی گئی۔ مجھے باہر نکلنے کو کہا گیا۔ میں ایسے حال میں گھر سے نکلا جب میرے بیوی بچے چیخ وپکار کررہے تھے۔ میں اپنے بچوں کی طرف مڑکر نہ دیکھ سکتا تھا کیونکہ میرے پاس ان کے لیے تسلی کا ایک لفظ بھی نہ تھا۔

''اسلام کے محافظ'' پاکستانی حکام سے مجھے ہرگز یہ توقع نہ تھی کہ مجھے چند پیسوں کی خاطر امریکہ کو ''تحفہ'' بنا کر پیش کردیا جائے گا۔ میں اس فکر میں گھر سے نکلا کہ اتنا ظلم کیوں ہورہا ہے؟ کہاں گئی جمہوریت اور کہاں گئے انسانی حقوق؟ مقدس جہاد کی باتیں کرنے والوں کو آخر کیا ہوگیا؟ مجھے ایک گاڑی میں درمیان میں بٹھایا گیا۔ گاڑی کے شیشے کالے تھے جن کے آرپار کچھ نہ دیکھا جاسکتا تھا۔ ہماری گاڑی کے آگے سیکورٹی کی گاڑی تھی جبکہ تیسری گاڑی ہمارے پیچھے تھی جس میں مسلح اہلکار تھے۔ مجھے پشاور روانہ کیا گیا۔ راستے میں نسوانی آواز میں گانے سنائے جاتے رہے تاکہ مجھے تنگ کیا جائے اور ذہنی تشدد کا نشانہ بنایا جائے۔ میں نے راستے میں ظہر کی نماز پڑھنا چاہی

بھیانک خواب

میں نے پاکستان میں گرفتاری سے قبل ایسا خواب دیکھا جس نے مجھے چونکا دیا۔ خواب میں دیکھا کہ میرا بڑا بھائی جس کے ہاتھ میں قصابوں والی بڑی چھری تھی۔ چھری لہراتا ہوا میرے قریب آیا۔ اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات تھے اور مسلسل مجھے گھور رہا تھا۔ مزید قریب آکر اس نے نرم لہجے میں کہا: ''بھائی! اس چھری سے میں آپ کو ذبح کرنا چاہتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے آستین چڑھائی۔ میں حیران تھا اور وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ میرا اپنا بھائی اس قسم کا ناروا ارادہ باندھ سکتا ہے۔ میں نے اپنے بھائی کے ساتھ کبھی برا سلوک بھی نہ کیا تھا، نہ ہی کبھی اس کو ناراض کیا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر بڑے بھائی کی خوشی اسی میں ہے تو مجھے ان کی خواہش پوری کرنا چاہیے اور مزاحمت نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے نرمی سے پوچھا: ''بھائی! میں نے کبھی آپ کے ساتھ برا نہیں کیا، پھر آپ کس بات کا انتقام لینا چاہتے ہیں اور کیوں غیر شرعی کام کرنے پر تلے ہوئے ہیں؟'' بھائی نے جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا کہ اپنا ارادہ شوق سے پورا کرلیں اور اس امید کے ساتھ زمین پر لیٹ گیا کہ شاید ان کا دل پسیج جائے اور تھوڑا رحم آجائے مگر میری امیدوں پر پانی پھر گیا اور میرے اپنے بھائی نے انتہائی بے رحمی سے چھری میرے گلے پر پھیر کر مجھے ذبح کرڈالا۔ میں نے یہ خواب کسی کو سنایا اور نہ ہی خود تعبیر معلوم کرنے کی کوشش کی۔ اس بھیانک خواب دیکھنے کے چار پانچ دن بعد پاکستانی اہلکاروں نے چاروں اطراف سے میری رہائش گاہ کا محاصرہ کرلیا۔

جو قضاء ہونے کے قریب تھی مگر کہا گیا کہ پشاور میں پڑھ لو گے۔ میرے بار بار مطالبے پر بھی پرواہ نہیں کی گئی۔ پشاور پہنچے تو ایک دفتر نما جگہ لے جایا گیا۔ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ کونسی جگہ تھی۔ مجھے ایک کمرے میں لے جایا گیا جو خوبصورت میز اور کرسیوں سے سجا تھا۔ کمرے میں قائداعظم کی تصویر تھی جبکہ میز پر پاکستانی جھنڈا لگا ہوا تھا۔ سامنے گھومنے والی کرسی پر پاکستانی شلوار قمیص میں ملبوس ایک میانہ قد پختون بیٹھا مسلسل کرسی میں گھومے جا رہا تھا۔ اس نے مجھے خوش آمدید کہا اور اپنا تعارف دفتر کے سربراہ کے طور پر کرایا۔ اس نے کہا کہ ''آپ ہمارے ایسے مہمان ہیں جن کے آنے پر ہم بہت خوش ہوئے ہیں۔'' میں ان الفاظ کے معانی جاننے سے قاصر تھا مگر لگتا تھا کہ وہ شخص ٹھیک کہتا تھا' شاید وہ خوش اس لیے تھا کہ اس کو میرے فروخت کرنے کے عوض بہت اچھا معاوضہ ملنے والا تھا۔ انسانوں کے سوداگروں کے لیے ڈالروں کے بدلے کسی مسلمان کا سودا جائز اور عین ''جہاد'' ہے۔

یہاں میں نے نماز پڑھی۔ دفتر کے سربراہ نے چائے پلائی اور کھانا کھلایا۔ پھر مجھے ایسے کمرے میں لے جایا گیا جو قیدیوں کے لیے مخصوص تھا۔ نسبتاً اچھا کمرہ تھا' جس میں گیس، بجلی کی سہولت تھی جو سردی کو روکتی تھی، اٹیچ باتھ روم تھا جہاں پانی وافر مقدار میں تھا۔ اچھی خوراک دی گئی، قرآن پاک کا نسخہ اور قلم کتابچہ بھی دیا گیا۔ ایک پہرے دار کو مجھ پر نظر رکھنے پر مامور کر دیا گیا جس سے جو مانگتا' دے دیتا تھا۔ تفتیش وغیرہ کا سلسلہ نہ تھا۔ البتہ ایک شخص بار بار آتا جو عہدیدار معلوم ہوتا تھا' پشتو نہیں جانتا تھا۔ مجھے اردو نہیں آتی تھی۔ اس نے مجھ سے انگریزی میں پوچھا:

What will happen (کیا ہونے والا ہے؟) میں نے جواب دیا: اللہ جانتا ہے' میں نہیں جانتا۔

اس دوران حکام آتے، اچھے طریقے سے سلام دعا کرتے اور مجھے احترام دیتے، باتیں نہیں کرتے تھے مگر صاف دکھائی دیتا کہ جب مجھے دیکھتے تو ان کی آنکھوں میں آنسو امڈ آتے اور واپس پلٹ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص کمرے میں آیا۔ بہت احترام دیا پھر اچانک بلک بلک کر رونے لگا۔ اتنا رویا کہ بے ہوش ہو گیا۔ اس کو اٹھا کر باہر لے جایا گیا' جس کے بعد کوئی کمرے میں نہیں آیا۔ چار گھنٹے بعد مجھے امریکیوں کے حوالے کر دیا گیا۔ اس واقعے سے پہلے میں نے دو راتیں اسی کمرے میں گزاریں۔ تیسری رات ۱۱ بجے کے قریب میں نے سونے کا ارادہ کیا کہ اچانک دروازہ کھلا اور شلوار قمیص میں ملبوس چھوٹی داڑھی والا ایک شخص اندر داخل ہوا اور خیریت دریافت کرنے کے بعد پوچھا: کیا ہونے والا ہے؟ میں نے لاعلمی ظاہر کی۔ پھر اس نے کہا' ہم آپ کو دوسری جگہ منتقل کر رہے ہیں۔ میں نے یہ نہیں پوچھا کہ مجھے کہاں لے جایا جا رہا ہے کیونکہ مجھے سچ کی امید نہیں تھی۔ مجھے واش روم استعمال کرنے کے لیے پانچ منٹ دیئے گئے۔ ٹھیک دس منٹ بعد کمرے سے نکال کر پہلی بار ہتھکڑی لگائی گئیں اور آنکھوں پر کالی پٹی باندھی گئی، جیبوں کی تلاشی لی گئی اور ڈیجیٹل ڈائریکٹری، پاکٹ سائز قرآن مجید کا نسخہ اور کچھ رقم لے کر مجھے دھکے دے کر گاڑی میں بٹھا دیا گیا۔ میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھے افراد خاموش تھے، کوئی کچھ نہ بول رہا تھا۔ گاڑی نے حرکت کی اور لگ بھگ ایک گھنٹے بعد میں نے ہیلی کاپٹر کی آواز سنی۔ مجھے یقین ہونے لگا کہ ہیلی کاپٹر امریکی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ گاڑی ہیلی کاپٹر کے قریب ہوتی گئی اور اس کی آواز کانوں کو پھاڑنے لگی۔ اس دوران مجھے ضرب پڑی اور میری کلائی پر بندھی قیمتی گھڑی اس ضرب کے نتیجے میں گر گئی یا مجھ سے لے لی گئی۔ ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ کر مجھے دو افراد کی مدد سے گاڑی سے اتارا گیا اور ہیلی کاپٹر سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا کر دیا گیا۔ چند لمحوں بعد میں نے ''خدا حافظ'' کے الفاظ سنے۔ یہاں مجھے پوری طرح یقین ہو گیا کہ میں امریکیوں کے حوالے کر دیا گیا ہوں۔ جاری ہے

مولانا محمد عیسیٰ منصوری
چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم (برطانیہ)

(آخری قسط)

تین دن آرزوؤں اور حسرتوں کی سرزمین میں

آیا صوفیہ ایک گہری صلیبی سازش کی زد میں:

اتاترک کے انقلاب کے بعد سے اُن کے جانشین یورپ کی خوشامد و دریوزہ گری میں لگے ہیں اور اُس کی چوکھٹ پر ناک رگڑ رہے ہیں کہ مہربانی فرما کر ہمیں اپنی برادری یورپین یونین میں شامل کرلو اور اس کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں اور یورپ شرطوں پر شرطیں عائد کر کے ترک قوم کی تذلیل کا حظ و مزہ اٹھا رہا ہے۔ اس سفر میں معلوم ہوا کہ اب یورپ کی ایک اور تازہ شرط یہ ہے کہ آیا صوفیہ اسے واپس کیا جائے تاکہ اس میں دوبارہ عیسائیت کی دعوت و اشاعت کا عالمی مرکز بنا سکیں۔ اب یہ دعویٰ دنیا کے مختلف پلیٹ فارموں پر گونج رہا ہے اور انٹرنیٹ پر بھی تفصیلات موجود ہیں اور اس کے لیے دنیا بھر میں دستخطی مہم چل رہی ہے۔ اس تحریک کو پس پردہ امریکہ و یورپ کے حکمرانوں کی پشت پناہی حاصل ہے۔ یہی نہیں کہ یورپ کے مطالبات تو آگے تک ہیں۔ مثلاً مغربی دنیا کا مطالبہ ہے کہ اگر یورپین یونین میں شامل ہونا ہے تو ہمیں مساجد کے میناروں والا استنبول قبول نہیں ہوسکتا ہے کہ ان میناروں کو منہدم کرنے کے لیے یورپ کا ذخیرہ ذہن جو مکمل طور پر صیہونی کنٹرول میں ہے۔ ان میناروں کو ڈھانے کی کوئی تخریبی کارروائی کا آغاز کر کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی طرح اس کا الزام کسی اسامہ کے سر منڈھ دے کیونکہ استنبول پہاڑوں پر آباد ہے۔ ہر بلندی پر مساجد کے اونچے اونچے مینار نظر آتے ہیں۔ ترکی مساجد میں ایک دو نہیں پورے چار مینار ہوتے ہیں جو کفر کے کلیجے کو چھید کر رکھ دیتے ہوں گے۔ مغرب کے اس مطالبے سے وہاں کے دینی ذہن رکھنے والے دوست کافی فکرمند و پریشان تھے۔ ہم نے کہا آپ حضرات بھی اسپین، مسجد قرطبہ، الحمراء اور دیگر بے شمار مسلم دور کی عمارات کو مسلمانوں کے حوالے کرنے کا مطالبہ عالمی طور پر بلند کریں۔ بقول اقبال:

ہے خاکِ فلسطین پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہل عرب کا

جامعہ سلطان احمد:

جامعہ آیا صوفیہ دیکھنے کے بعد مولانا سلمان نے کہا ظہر کا وقت قریب ہے۔ توپ کاپی سرائے جانے سے قبل نماز ظہر پڑھ لیتے ہیں۔ آیا صوفیہ سے نکلتے ہی سامنے مسجد سلطان احمد ہے۔ یہ مسجد سلطان احمد نے سترہویں صدی عیسوی ۱۶۱۶ء میں عین آیا صوفیہ کے سامنے تعمیر کروائی تھی۔ چونکہ ترکی کی سب سے نمایاں عمارت عیسائیوں کے کلیسا کے طور پر تعمیر ہوتی تھی۔ سلطان محمد نے حکم دیا کہ ایک ایسی مسجد تعمیر کی جائے جو آیا صوفیہ سے زیادہ بلند اور پرشکوہ ہو۔ چنانچہ اس مسجد کی تعمیر نے واقعی آیا صوفیہ کو گرد کر دیا۔ یہ مسجد کیا ہے۔ ترکی فن تعمیر کا ایک عجوبہ ہے۔ اس میں داخل ہوتے ہی انسان اس کے شکوہ جاہ و جلال اور حسن و جمال میں کھو جاتا ہے اس طرح قدرت نے سلطان احمد کے ذریعے آج کی اہم ترین ضرورت کا انتظام کر دیا ہے۔ کیونکہ یہ جگہ ترکی کی اہم ترین تاریخی آثار اور تفریح کی جگہ ہے یہیں آیا صوفیہ توپ کاپی سرائے اور بحر فاسفورس وغیرہ غیرہ ہیں یہاں پر

ہر وقت ہزار ہا سیاح ہوتے ہیں آیا صوفیہ کے میوزم بن جانے کے بعد مسلمان سیاحوں کے لیے سب سے بڑا مسئلہ یہ درپیش ہوتا ہے کہ نماز کہاں پڑھیں؟ مسجد سلطان احمد میں ظہر کی نماز ادا کرکے مسجد کے امام سے ملاقات کی جو حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی اور تبلیغی جماعت سے نسبت کی بنا پر اسلام کے داعی ہیں۔ آیا صوفیہ اور مسجد سلطان احمد کے درمیان وسیع پُر فضا میدان کے ایک قہوہ خانے میں کافی پی کر تازہ دم ہوئے۔ اور ساتھ میں واقع ترکی کے مشہور میوزیم توپ کاپی دیکھنے روانہ ہوئے۔

ترکی زبان میں سرائے محل کو اور کاپی دروازے کو کہتے ہیں۔ یعنی توپ دروازہ محل بازنطینی دور میں سینٹ رومانوس دروازہ تھا اور فتح کے بعد سلطان احمد فاتح اسی دروازے سے داخل ہوئے تھے بعد میں محل تعمیر ہوا تو سلطان فاتح کے دور سے آخری خلیفہ سلطان عبدالحمید تک عثمانی سلاطین کی رہائش گاہ رہا اور آج کل ترکی کا سب سے بڑا موزیم ہے یہ میوزیم اسلامی دنیا کا سب سے اہم موزیم ہے اس میں داخل ہوتے ہی قصر محمد فاتح کی عمارت نظر آتی ہے اس کے صحن کے بیچوں وبیچ فرش پر بڑا سا سوراخ ہے جو عرصے سے خالی پڑا ہے اس میں کبھی خلافت عثمانیہ کا سرخ ہلالی پرچم لہراتا تھا جو دنیا میں مسلمانوں کے غلبے اور عظمت و شوکت کی علامت تھا اس سے یورپ لرزہ براندام رہتا تھا۔ اس کے اترنے کے بعد ۱۹۲۴ء سے ملت اسلامیہ کی حیثیت ایک ایسے ریوڑ کی ہوگئی ہے جس کا کوئی رکھوالا نہ ہو اب شاید حضرت مہدی ہی اس خلاء کو پُر کرسکیں۔ اس کے بعد سلطان عبدالحمید کے افسر مہمانداری کا دفتر ہے پھر نسبتاً کچھ بڑا۔ سلطان کی ملاقات کا کمرہ اور اس سے متصل سلطان کی خواب گاہ جہاں پرانے طرز کی مسہری بچھی ہے، بڑی حیرت ہوئی۔ دنیا کے سب سے بڑے حکمران کی خواب گاہ اس قدر چھوٹی اور سادہ اس کے اندازِ تعمیر میں ٹھاٹھ باٹھ کا شائبہ تک نہیں اس کے مقابلے میں دنیا کے چھوٹے چھوٹے بادشاہوں مغرب کے لارڈوں (جاگیرداروں) کے محل اس سے کہیں زیادہ شان وشوکت والے ہیں۔ یہی نہیں آج کے سعودی، کویتی حکمرانوں کے پاس اس سے کہیں زیادہ عالیشان پُر شکوہ محل یورپی ملکوں کے ہر بڑے شہر میں موجود ہیں۔ مگر کیا کریں انگریز نے ہم لوگوں کو اپنے سلاطین کو گالی دینا سکھا دیا ہے۔ توپ کاپی دنیا کا عظیم ترین نوادرات کا میوزیم ہے یہاں سینکڑوں سال کے نوادرات محفوظ ہیں۔ دنیا بھر کے خصوصاً یورپ کے حکمران عثمان خلفاء کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے نہایت بیش قیمت تحفے بھیجا کرتے تھے جس طرح آج کے سعودی وکویتی حکمران ملکہ برطانیہ کی خدمت میں پیش کرتے رہتے ہیں۔ ہم لوگ جلدی جلدی میوزیم کے کمروں سے گزرے جہاں سلاطین عثمانیہ کے لباس، اسلحہ، زرہیں، برتن، بیش قیمت ہیرے جواہرات، ایران کے شیعی بادشاہ اسمٰعیل صفوی کا ہیرے جواہرات سے مرصع تخت وغیرہ وغیرہ دیکھتے ہوئے تبرکات کے کمرے میں پہنچے جہاں سرورِ دوعالم ﷺ کا جُبہ مبارکہ آپ کی دو تلواریں، آپ کا علم (جھنڈا) جو بدر میں استعمال ہوا تھا۔ موئے مبارک، دندان مبارک، مقوقس شاہِ مصر کے نام آپ کا مکتوب گرامی، مہر مبارک، خلفاء راشدین، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حضرت عمار بن یاسر کی تلواریں، بیت اللہ کا لکڑی کا دروازہ حجرِ اسود کا سونے کا خول، کعبہ شریف کا قفل اور چابیاں، میزاب رحمت کے ٹکڑے وغیرہ وغیرہ ہیں۔ زیارات سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی و دل شاد کیا۔ یہاں ہمہ وقت ایک قاری نہایت خوش الحانی سے تلاوت قرآن میں مصروف رہتا ہے۔

عثمانی سلطنت کی سادگی و جفاکشی:

توپ کاپی سرائے دیکھ کر دو باتیں خاص طور پر محسوس کیں پہلی یہ کہ خلافتِ عثمانیہ کی واحد سلطنت تھی جن کی مساجد،

شاہی محلات سے بیسیوں گُنا زیادہ پُرشکوہ، عالشان اور مستحکم ہیں۔ عثمانی سلاطین کا یہ محل (قصر) اپنی شان وشوکت، بلندی اور تعمیر کے اعتبار سے مساجد سے بدرجہا کم بلکہ مساجد کے مقابلے میں بے حیثیت محسوس ہوتا ہے۔ توپ کاپی سرائے کا ایک حصہ سلاطین کے اہل خانہ کی رہائش گاہ رہا ہے۔ جوحرم کہلاتا ہے۔ حسب عادت حرم کے نام پر یورپین اقوام اسلام کو بدنام کرنے کے لیے کوشاں رہتی ہیں جبکہ یورپ کے معمولی سے بادشاہ ہی نہیں جاگیرداروں (لارڈز) کے محلوں کے سامنے یہ دنیا کی سب سے بڑی امپائر کے محلات بے حیثیت نظر آتے ہیں۔ توپ کاپی سرائے کی دوسری بات یہ محسوس ہوئی کہ عثمانی سلاطین کی زندگیاں عام طور پر پروقار مگر سادگی کی حامل تھیں۔ اُن میں زیادہ نمود ونمائش طمطراق اور کروفر نہیں تھا۔ توپ کا سرائے کی حیثیت پرانے زمانے کے وسیع مکان یا حویلی کی ہے۔ اس کی تعمیر میں کہیں محلاتی بلندی یا شان وشوکت نظر نہیں آتی۔ توپ کاپی کے آخری حصے میں چھوٹا صحن بحیرۂ فاسفورس کے کنارے کھلی جگہ پر ہے۔ یہاں سے عمر فاروق صاحب نے گولڈن ہارن (شاخِ زریں) کا وہ کنارہ دکھایا جن پر سلطان محمد فاتح نے اپنے جنگی جہاز چلا کر دوسری جانب سمندر میں اتارے تھے۔ یہ واقعہ کتابوں میں بار ہا پڑھا تھا مگر اب آنکھوں سے دیکھا کہ بحیرۂ فاسفورس اور شاخ زریں کے درمیان تقریباً دس میل طویل بلند وبالا پہاڑوں کا سلسلہ ہے۔ ان پہاڑوں پر سے راتوں رات جہازوں کو چڑھا کر دوسری جانب سمندر میں پہنچا دینا' اس قدر محیر العقول ہے جس کے تصور سے پسینہ آجاتا ہے۔ توپ کاپی دیکھنے کے بعد آیا صوفیہ مسجد سلطان احمد اور بحر فاسفورس کے درمیان پرانی شہر پناہ (فصیل) پر سیاحوں سے ایک خوبصورت ریسٹورنٹ ہے۔ وہاں خالص ترکی کھانے کھائے اور ترکی چائے پی کر عمر فاروق کے ساتھ اُن کے دارالحکمت میں تھوڑی دیر قیلولہ کر کے عصر کی نماز پڑھ کر حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مزار کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ جو ترکی میں ایک مسلمان کے لیے اہم جگہ ہے۔

میزبانِ رسول حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مزار پر:

عصر کی نماز پڑھ کر حضرت ابوایوب انصاریؓ کی زیارت کے لیے پہنچے۔ یہ استنبول کی واحد جامع ہے جس میں وسیع صحن ہے۔ مزارِ مبارک پر ہر وقت ترکوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سب باچشم تر فاتحہ پڑھنے چلے آرہے ہیں۔ یہاں آکر محسوس ہوا کہ ترکی کے حقیقی حکمران حضرت ابوایوب انصاریؓ ہیں' جن کی دلوں پر حکومت ہے۔ حضرت معاویہؓ کے دور میں جب قسطنطنیہ پر پہلا حملہ یزید بن معاویہؓ کی سرکردگی میں ہوا۔ اس لشکر میں آپ شریک تھے۔ نوے سال سے زیادہ عمر تھی' شدید بیمار ہوگئے۔ وصیت فرمائی میری نعش کو دشمن کی سرزمین میں جتنی دور لے جانا ممکن ہو لے جا کر دفن کرنا۔ یہاں سب کے دلوں پر عجیب رقت طاری تھی۔ مولانا سلمان صاحب کہنے لگے: سوچئے نوے سال عمر ہے۔ اولاد پوتے پڑپوتے سب راہ دیکھ رہے ہیں۔ دیارِ رسول (ﷺ) اور قبر رسول (ﷺ) کی کشش اپنی جگہ پر مگر حضرت ابوایوب انصاریؓ وصیت فرما رہے ہیں کہ دشمن کی سرزمین میں دور سے دور دفن کیا جائے۔ پتا نہیں قبر کا نشان رہے گا نہیں رہے گا؟ کوئی پڑھنے فاتحہ آئے گا؟ یہ قبر ہر مسلمان کو ایک پیغام دے رہی ہے۔ یہاں آکر محسوس ہوا کہ اللہ کے نبی (ﷺ) کے اس صحابی نے کمالِ ظلم وجبر کے سخت ترین حالات میں ہی ترکوں کا رشتہ اسلام میں محمد رسول اللہ ﷺ سے ٹوٹنے نہیں دیا۔ عثمانی سلطنت کی رسم تاج پوشی اسی جامعہ میں ہوتی تھی' وہ اس طرح کہ بانی سلطنت عثمان خان کی تلوار نئے سلطان کی کمر میں باندھ دی جاتی۔

اب یہ پورا علاقہ ہی ایوبی کہلاتا ہے۔ باہر نکلے تو پولیس کی کار پر ایوبی پولیس لکھا نظر آیا۔ سامنے چوراہے پر اتاترک کا مجسمہ تھا جو ایک ہاتھ میں یورپین ہیٹ اٹھائے گویا ہیٹ پہننے کی دعوت دے رہا تھا۔

جامع سلطان بن محمد فاتح میں:

حسبِ پروگرام عشاء کی نماز کے لیے جامع فاتح پہنچ کر پہلے سلطان محمد فاتح کی قبر پر فاتحہ پڑھی۔ قبر کی لوح پر نہایت سفید چمکدار سلطان فاتح کا عمامہ رکھا ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ ترکی سلاطین کا دستور تھا کہ اُن کی قبر کی لوح پر اُن کا عمامہ رکھ دیا جاتا۔ عمامہ اس قدر جاذبِ نظر تھا کہ چشمِ تصور میں سلطان کی عظمت و شوکت گھوم گئی۔ اس کے بعد ہم لوگ جامع میں داخل ہوئے جہاں سب سے پہلے جامع فاتح کے امام شیخ عثمان نے جو مولانا سلمان صاحب کے واقف تھے' نہایت پرتپاک استقبال کیا۔ ان کی اقتداء میں عشاء کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد ان کی تلاوت سے محظوظ ہوئے۔ اُن کے استاد اور ترکی کی معروف علمی و دینی شخصیت شیخ امین سراج سے ملاقات ہوئی۔ شیخ امین سراج ترکی کے ممتاز عالم دین اور سکالر ہیں۔ وہ اسی جامع سلطان فاتح میں بخاری شریف کا درس دیتے ہیں۔ جامع کے موجودہ امام صاحب سمیت ان کے بے شمار شاگرد ترکی میں دینی و ملی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے عقیدت مندوں میں ہیں۔ فرمایا کمالی دور کے جبر و الحاد کے بعد ترکی طلباء کی پہلی کھیپ جامعہ ازہر میں پڑھنے کے لیے گئی۔ اُس میں' میں بھی تھا۔ وہاں مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ۱۹۵۱ء میں تشریف لائے۔ اُس وقت آپ کی عمر ۳۸ سال تھی۔ آپ نے ترکی طلباء سے ملاقات کرنے اور ترکی احوال جاننے کی خواہش ظاہر کی تو ہم لوگ خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت سے اب تک حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ سے محبت و یقین اور عقیدت کا رشتہ قائم ہے۔ حضرت مولاناؒ کی بہت سی باتیں سناتے رہے۔ شیخ سراج نے نہایت تفصیل سے جامع فاتح کا معائنہ کروایا۔ تاریخی معلومات بہم پہنچاتے رہے۔ فرمایا اس جامع کے فرش کا قالین سلطان عبدالحمید کے دور کا بنا ہوا ہے۔ تقریباً سو سال ہو گئے مگر نہایت شفاف اور عمدہ حالت میں ہے۔ فرش کے اس قالین پر بعینہٖ گنبد کی ڈیزائن بنائی گئی ہے۔ جامع میں آیاتِ قرآنی کا ایک کتبہ سلطان عبدالحمید کے ہاتھوں کا لکھا ہوا ہے، دوسرا سلطان مراد کے ہاتھوں کا لکھا ہوا۔ اس کے بعد تالا کھول کر مسجد کی بالکنی میں اُس جگہ لے گئے' جہاں سلطان فاتح اپنے مخصوص لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔ پھر سلطان کی مخصوص ضیافت گاہ میں جہاں سلطان فاتح باہر سے آئے ہوئے وفود اور مہمانوں کو شرفِ باریابی بخشتے تھے۔ اسی جگہ شیخ امین سراج نے ہم لوگوں کے لیے ترکی مٹھائیوں، فروٹ اور مشروبات سے ضیافت کا اہتمام کیا تھا۔ فرمایا: اسی جگہ میرے والد محترم نے مجھے کمالی جبر و استبداد کے دور میں عربی کی ابتدائی صرف و نحو کی کتابیں پڑھائیں اور قرآن پاک حفظ کروایا۔ اُس وقت یہ کام ہم اس طرح چھپ چھپ کر کرتے تھے گویا سنگین جرم کر رہے ہوں۔

ترکی کے علماء، اسکالر اور دانشوروں سے ایک اہم نشست:

اسی نشست میں ترکی کے مشہور عالم شیخ حمدی ارسلان سے ملاقات ہوئی۔ آپ بھی جامعہ ازہر سے فارغ ہیں اور جامعہ سلطان فاتح میں درس دیتے ہیں۔ ترکی کے صدر وزیر اعظم اور حکومتی عہدیداروں سے ذاتی تعلقات رکھتے ہیں۔ وسیع النظر عالم ہیں اور دنیا کے سیاسی تمدنی احوال پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ ترکی کے متعلق بڑی اہم معلومات اُن سے حاصل

ہوئیں۔ آپ قدم قدم پر اپنے کیمرے سے تصاویر بھی لیتے رہے۔ فرمایا میری خواہش تھی کہ کل آپ حضرات کو ترکی کے قدیم کیپٹل کے آثار دکھانے لے جاتا۔ جو قدیم دار السلطنت رہا ہے اور بہت سی تاریخی عمارت کے علاوہ بہت سے عثمانی سلاطین وہاں مدفون ہیں۔ اور ترکی کی سب سے بڑے گنبد والی مسجد وہاں ہے اور میں نے ائرکنڈیشنڈ بس کا انتظام بھی کر لیا ہے۔ مگر افسوس ہمارے پاس وقت نہیں تھا۔ اسی محفل میں ترکی کے معروف اسکالر و مصنف جناب ڈاکٹر خلیل ابراہیم سے ملاقات ہوئی۔ آپ جامعہ ازہر کے فاضل بڑے محقق اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ اب استنبول یونیورسٹی کے شعبۂ الٰہیات کے پروفیسر ہیں۔ شیخ حمدی ارسلان کہنے لگے: مجھے رشک آتا ہے کہ آپ حضرات برصغیر میں آزادی سے دینی جامعات ومدارس قائم کر سکتے ہیں۔ بندہ نے عرض کیا مجھے تو آپ حضرات پہ رشک آ رہا ہے کہ اتنی جکڑبندیوں، سخت گیری اور پابندیوں کے باوجود آپ حضرات جو علمی تصنیفی و تحقیقی کام کر رہے ہیں اور عوام کے ذہنوں تک رسائی کے لیے جدید ذرائع ابلاغ اخبارات، رسائل، سی ڈی وغیرہ کو جس مہارت و قابلیت سے دین کی نشر و اشاعت کے لیے استعمال کر رہے ہیں، ہم تو برصغیر میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں کر پا رہے۔ غرض یہ مبارک نشست عشاء کی نماز کے بعد سے رات ساڑھے گیارہ بجے تک چلتی رہی۔ یہ محفل ترکی کی عظیم علمی و دینی شخصیات سے ملاقات اور ترکی کے جدید احوال و معلومات کے لحاظ سے ہمارے سفر کا حاصل تھی۔ یہاں سے روانہ ہو کر رات بارہ بجے کے قریب شیخ مصطفیٰ الجواد کے گھر یعنی کائی فاؤنڈیشن پہنچے۔ جہاں شیخ کے صاحبزادے شیخ محمود نے استقبال کیا اور نہایت پرتکلف دعوت کی۔ رات اُن کے مہمان خانے میں آرام کیا۔ صبح کائی فاؤنڈیشن کے طلباء کے ساتھ ناشتہ کیا۔ ناشتے پر طلباء مولانا سلمان الحسینی سے علمی سوالات پوچھتے رہے۔ یہ ناشتہ بھی نہایت پرتکلف تھا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ شیخ مصطفیٰ الجواد نے جو نقشبندی سلسلے کے جلیل القدر مشائخ میں ہیں۔ عصری علوم کے طلباء کو دین کی طرف مائل کرنے کے لیے نہ صرف فاؤنڈیشن کی رہائش فائیو سٹار ہوٹل جیسی دی بلکہ کھانے پینے اور دیگر لوازمات کا بھی اعلیٰ معیاری انتظام کیا۔ یہ سب صرف اس لیے کہ یہ طبقہ جو کل ملک کی باگ ڈور سنبھالنے اور انتظام پر فائز ہونے والا ہے، وہ اسلام بیزاری کے بجائے دینی ذہن کے ساتھ اپنی منزل پر پہنچے۔ اس میں برصغیر کے اہل علم و فضل کے لیے بڑی عبرت و نصیحت ہے۔ کاش کہ ہم نے پاکستان و بنگلہ دیش میں کالج اور یونیورسٹیوں کے طلباء پر توجہ دی ہوتی۔

دار الحکمت میں ترکی کے اخباری نمائندے اور علماء کے وفد سے گفتگو:

کائی فاؤنڈیشن میں ہی ترکی میزبان اسماعیل ندوی اور اُن کے دوست فاتح صاحب لینے آ گئے تھے۔ اُن کے ساتھ روانہ ہو کر دار الحکمت پہنچے۔ مولانا شمس الضحیٰ علمی و دینی کتب کی تلاش میں عمر فاروق صاحب کے ساتھ مختلف کتب خانے دیکھنے چلے گئے۔ بندہ مولانا سلمان الحسینی کے ہمراہ دار الحکمت میں رہا۔ جہاں مختلف علماء اور اخباری نمائندے ملنے آتے رہے۔ انہی میں علامہ شیخ یوسف قرضاوی کی تنظیم اتحاد العلماء العالمی کے منتظم حضرات بھی تھے، جو مولانا سلمان صاحب کے ساتھ تبادلۂ خیالات کرتے رہے۔ اُن کا اصرار تھا کہ تنظیم کا سالانہ اجلاس تین دن بعد استنبول میں ہو رہا ہے۔ آپ حضرات اس کے لیے رک جائیں اور بندہ ترکی روزنامہ ''اِکت (Akit)'' کے دینی ذوق رکھنے والے نمائندے توزان قسلق (Kaslaq) سے محو گفتگو رہا۔ اُن سے ترکی کے سیاسی حالات کے متعلق بیش قیمت سیاسی معلومات حاصل ہوئیں۔

اُن کا اخبار روزانہ تقریباً دو لاکھ تیس ہزار چھپتا ہے۔ جس کا نام Yenesafak (شفق جدید) ترکی وزیر اعظم جناب طیب اردگان کی پارٹی کا روزنامہ ''زمان'' (Zaman) ایک لاکھ دس ہزار اور فضیلت پارٹی کا ''ملی گزٹ'' (Mille Gazatte) تیس ہزار۔ سب سے زیادہ حیرت یہ معلوم کرکے ہوئی کہ نورسی مشائخ کے صوفیاء کا (Yen Asia) (نیا ایشیاء) چھ لاکھ اور دوسرا اخبار اُن کا تقریباً اڑھائی لاکھ روزانہ چھپتا ہے۔ ان نامساعد حالات میں جہاں اقتدار اعلیٰ مذہب دشمن لوگوں کے پاس ہو۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فوج اور عدلیہ اسرائیلی ہیں۔ وہاں تصوف کے سلسلے کے مشائخ کرام اور علماء ومفکرین، خاموشی وحکمت کے ساتھ عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر نئی نسل کے لیے جو کام کر رہے ہیں، وہ ہمارے لیے سبق آموز ہی نہیں، قابل تقلید بھی ہے۔ اسی طرح ترکی کے مرکزی بازار میں جگہ جگہ اخبارات کی دکانوں پر ترکی کے مشائخ تصوف اور علماء کرام اور ہمارے شیخ مصطفیٰ الجواد کے آڈیو ویڈیو سی ڈیز نظر آئیں۔ جب کہ برصغیر میں ابلاغ کے ان جدید شعبوں میں جن کے ذریعے سے ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کے دل ودماغ پر دستک دی جاسکتی ہے اور اسلام کا پیغام پہنچایا جاسکتا ہے۔ ہمارا کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ پوری نئی نسل ہمارے ہاتھوں سے نکلی جارہی ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے اُن کی فکری ونظریاتی غذا کا کوئی انتظام ہم نہیں کرسکے۔ بلکہ ہم اب تک جدید الیکٹرانک میڈیا کے حلت وحرمت کی بابت کوئی فیصلہ نہیں کرپائے۔ لیکن جو چیز بالاتفاق حلال وطیب ہے۔ یعنی پرنٹ میڈیا اس میں ہماری کیا کارکردگی ہے۔ اللہ ہی ہمیں عقل وہوش نصیب فرمائے۔ آمین

مجلس جامع سلیمانیہ اور سلیمان اعظم کے مزار پر:

ظہر کی نماز بعد اسماعیل ندوی مولانا سلمان کو لے کر ائر پورٹ روانہ ہوگئے۔ جہاں شام چھ بجے مولانا کی دہلی کے لیے فلائٹ تھی۔ بندہ اور مولانا شمس الضحیٰ صاحب مختصر سا قیلولہ کرکے تاریخی آثار دیکھنے نکل پڑے۔ پہلے چہارشبہ محلے کے مرکزی بازار کے فروٹ اور میوہ جات کے پاس سے ہوتے ہوئے ایک سادہ سے ترکی قہوہ خانے میں ترکی چائے کے ساتھ ترکی کباب کھائے۔ عمر فاروق صاحب نے بتایا کہ ترکی میں ہر نوع کے میوہ جات وفروٹ بکثرت ہوتے ہیں جو نہایت اعلیٰ کوالٹی اور نہایت ارزاں ہیں۔ لندن میں غریب خانے پر بندہ کے ناشتے میں جب ترکی زیتون وپنیر لازماً ہوتا ہے۔ چند منٹ کے فاصلے پر جامع شہزادہ بشیر کی زیارت بھی ترکی کی دیگر شاہی مساجد کی طرح نہایت پرشکوہ اور حسین وجمیل تھی پھر چند منٹ چل کر عصر کی نماز جامع سلیمانیہ میں پڑھی۔ جامعہ سلیمانیہ استنبول کی سب سے بڑی اور عالیشان جامع ہے جسے سلیمان اعظم نے (۱۴۴۶ء۔۱۹۷۴ء) تعمیر کروائی تھی۔ سلیمان اعظم کے دور میں خلافتِ عثمانیہ اپنی وسعت، قوت اور خوشحالی وترقی کے اوجِ کمال کو پہنچ گئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس جامع کی تعمیر میں شرکت کے لیے ایران کے شیعی حکمران شاہ طہماسپ نے بھاری رقم اور قیمتی جواہرات بھیجے تھے۔ سلیمان اعظم نے رقم فقراء میں تقسیم کرادی اور بیش قیمت جواہرات سنگریزوں کے ساتھ دیواروں میں چنوا دیے کیونکہ سلیمان اعظم کے نزدیک وہ بےنمازی اور فاسق تھا۔ اُس نے اہل سنت پر بے پناہ مظالم کیے اور اُن کی مساجد کو مسمار کیا۔ اس لیے سلیمان اعظم کی حمیت وغیرت نے اُس کی رقم مسجد میں لگانی گوارا نہیں کی۔ ہمارے میزبان عمر فاروق صاحب نے اس خط کا مضمون سنایا جو سلیمان اعظم نے شاہِ ایران کو لکھا تھا جس کا مضمون کچھ اس طرح شروع ہوتا ہے یا شارب الیل والنہار ویا امام الزیغ والضلال (اے دن رات شراب پینے والے گمراہی وکج روی کے

امام) جامع سلیمانیہ کے ساتھ ہی سلیمان اعظم کی قبر پر فاتحہ پڑھی ۔سلیمان اعظم کے مزار کے قریب جامع سلیمانیہ کے معمار ریتان کا مزار ہے جو فن تعمیر کا امام مانا گیا ہے ۔اس کی تعمیر کردہ تین سو ساٹھ یادگاریں اُس کے بعد بھی محفوظ ہیں جس میں جامع سلیمانیہ سب سے بڑا شاہکار ہے۔ تاریخ میں باالاتفاق مورخین اسے دنیا کا سب سے بڑا معمار تسلیم کیا جاتا ہے۔

ترکی کے نورسی ونقشبندی مشائخ تصوف:

سلیمان اعظم کی قبر کے ساتھ ہی نورسی اور نقشبندی کے سلسلے کے بہت سے مشائخ مدفون ہیں ۔ترکی اور وسط ایشیاء میں زیادہ تر نقشبندی کے سلسلے کی خالدی کردنی شاخ نے کام کیا جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سلسلے میں دہلی کے شاہ غلام علی نقشبندیؒ کے خلیفہ تھے ۔یہیں پر شیخ محمد زاہد کی قبر ہے جن کا چند سال پہلے انتقال ہوا تھا۔ یہ ترکی کے موجودہ وزیر اعظم طیب اردگان اور اُن کے رہبر اور سیاسی رہنما نجم الدین اربکان کے شیخ تھے ۔یہیں عالم اسلام کی بے مثال ہستی شیخ محمد ضیاء الدین غاموش ہناوی کی قبر ہے۔ جو رموز الاحادیث کے مصنف ہیں ۔غرض سلیمانِ اعظم کی قبر کے ساتھ اولیاء کرامت کا عظیم خزانہ مدفون ہے۔ ہم نے ان سب بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھی ۔آج کل تصوف کا انکار واستہزاء ایک فیشن بن گیا ہے ۔مگر ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ وسط ایشیاء میں کمیونزم کی کالی آندھی ہو یا اتاترک کے جبر واستبداد کے طوفان کو سخت حالات میں ان قوموں کو صرف تصوف ہی نے اسلام پر قائم رکھا ہے ۔حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ تصوف کے سلسلے نہ ہوتے تو اُندلس کی طرح ترکی سے بھی اسلام ختم ہو گیا ہوتا۔ نقشبندی نورسی تیجانی ،حلیمیہ وسلیمانیہ سلسلوں کی خانقاہوں نے اتاترک کے استبدادی دور میں بھی زیر زمین دینی واخلاقی رہنمائی جاری رکھی ۔ان سلاسلِ تصوف کے مشائخ نے اخلاقی ،سماجی ،تعلیمی میدانوں میں رہنمائی کی اور مثالی تعلیمی ادارے اسلامی ہوسٹل ،کارخانے نشر واشاعت کے ادارے اور کمپنیاں قائم کیں ۔نقشبندی سلسلے کے رہنما شیخ سعید کُردی ،شیخ عاطف اور شیخ اسعد نے قید وبند کی صعوبتوں اور تختہ دار کی پروانہ کرتے ہوئے دین کا دامن تھامے رکھا۔ شیخ سعید کُردی اور اُن کے دوسو کے قریب مریدین شہادت سے سرفراز ہوئے ہزاروں گھر منہدم کیے گئے ۔آٹھویں دہائی میں جب نجم الدین اربکان نے بیت المقدس کی بازیابی کے لیے ریلی نکالی تو اتاترک کی فوج نے تین ہزار سے زیادہ لوگوں کو تختہ دار پر چڑھا دیا اور بے شمار لوگوں کو جیل میں ٹھونس دیا پھر ۱۹۸۰ء میں ایک لاکھ تیس ہزار لوگوں کو جن میں بہت بڑی تعداد جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کی تھی ۔دینی ذہن رکھنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا۔ انہیں ملازمت سے نکال دیا گیا۔ جن میں استنبول وانقرہ یونیورسٹیوں اور دیگر کالجوں کے پروفیسروں کی بڑی تعداد شامل تھی لیکن نورسی نقشبندی سلیمانیہ سلسلے برابر اپنا کام کرتے رہے ۔انہوں نے رفاہی سوسائیٹیاں قائم کیں ۔اسلامی بنیاد پر غیر سودی بینک اور سوسائیٹیاں بنائیں ۔اسلامک مالیاتی بینک ،برکہ بینک فیصل فنانس کارپوریشن جیسے غیر سودی بینکوں کی شاخیں پھیلا دیں ۔پورے ترکی میں حفظ قرآن کے مکاتب کا جال پھیلا دیا۔ جامع سلیمانیہ کے ساتھ ہی ترکی کا سب سے بڑا تاریخی کتب خانہ سلیمانیہ ہے ۔جہاں بے شمار نادر مخطوطات محفوظ ہیں ۔کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا میں عربی فارسی مخطوطات کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے ۔اسے سرسری طور پر بھی دیکھنے کے لیے بھی کئی ہفتے درکار ہیں ۔حسرت کے ساتھ واپس لوٹے شاید کبھی فرصت میں حاضر ہو سکیں ۔جامع سلیمانیہ سے چند منٹ کے فاصلے پر جامع سلطان بایزید ہے ۔یہ بھی ترکی کی جامع کی طرح نہایت ہی پرشکوہ اور فن تعمیر کا نادر نمونہ ہے ۔جامع

بایزید کے سامنے کھلا صحن غیر معمولی طور پر وسیع ہے۔ جس میں بلا مبالغہ لاکھوں آدمی آسکتے ہیں۔ یہاں ہر وقت ایک میلہ سا لگا رہتا ہے۔ اس میدان کے کنارے عثمانی دور کا ایک عظیم الشان گیٹ (دروازہ) ہے۔ جس پر عربی میں لکھی عبارت سے معلوم ہوا کہ یہاں عثمانی دور میں عسکری وفوجی تربیت کا ادارہ تھا۔ اب یہاں استنبول یونیورسٹی ہے اور کسی باحجاب خاتون کو اندر جانے کی اجازت نہیں۔ جامع بایزید کے متصل ہی سلطان محمد فاتح کا تعمیر کردہ مسقّف بازار، گرینڈ مارکیٹ (Grand Market) ہے جو ۱۴۸۱ء کا تعمیر کردہ نہایت خوبصورت اور منقش محرابوں کی شکل میں ہے۔ اس کی چھت نہایت پختہ ومنقش ہے۔ یہ ترکی مصنوعات کا اہم مرکز ہے۔ اس میں ۳۲۰۰ دکانیں، ۶ غسل خانے، ۵ مساجد اور پینسٹھ گلیاں ہیں۔ یہاں ہم نے تقریباً آدھ گھنٹہ گزارا۔ مولانا شمس الضحیٰ صاحب نے ایک ترکی حقہ اور بندہ نے پشمینی چادریں خریدیں۔

ترکی مساجد کی خصوصیات:

پوری دنیا میں ترکی کی مساجد سے زیادہ عالیشان، بلند وبالا، پرشکوہ مساجد کسی ملک میں نہیں ہوں گی۔ سول انجینئرنگ کے اس دور میں اس معیار کی تعمیر کے تصور سے بڑے بڑے انجینئروں کو پسینہ آجائے گا۔ یہ مساجد چار نہایت ضخیم ستونوں پر قائم ہیں۔ اُن کا قطر عموماً تیس سے چالیس فٹ کے قریب ہے۔ اس کے ستونوں کے اوپر نہایت عظیم الشان بلند بڑے گنبد کے ساتھ چھے سے بارہ تک معاون گنبد ہوتے ہیں۔ اس طرح مسجد کی تقریباً پوری چھت گنبدوں پر مشتمل ہوتی ہے اور چھت کی بلندی چھے منزلہ عمارت کے برابر ہوتی ہے۔ اس میں سینکڑوں روشن دان اور کھڑکیاں ہوتی ہیں۔ دن کے وقت پوری مسجد اس طرح روشن رہتی ہیں کہ مزید کسی خارجی روشنی کی احتیاج نہیں رہتی۔ دوسرے ان گنبدوں کی تعمیر میں یہ کمال رکھا گیا ہے کہ وہ قدرتی طور پر آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ سپیکر) کا کام دیتی ہے۔ خطیب کی آواز مسجد کے ہر گوشے میں صاف اور واضح سنائی دیتی ہے۔ ان گنبدوں کے اندرونی حصوں میں اسی طرح دیواروں پر اسی طرح حسین ودلکش مینا کاری ہوتی ہے کہ انسان اس کے حسن وجمال میں گم ہوجاتا ہے۔ چاروں ستونوں اور گنبد کے جوڑوں کی جگہ خلفائے راشدین کے اسمائے گرامی واضح خط میں نمایاں لکھے ہوئے ہیں۔ بعض مساجد میں مزید عشرہ مبشرہؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ کے اسماء گرامی بھی ہوتے ہیں۔ عثمانی دور کی ہر مسجد کے دالان میں چھوٹے گنبدوں پر مشتمل بے شمار کمرے ہوتے ہیں جو کسی وقت تعلیم وتعلم کی عظیم یونیورسٹیوں اور خانقاہوں کا کام دیتے تھے۔ مگر اب ان کا کوئی تعلیمی یا دینی استعمال نہیں۔ البتہ بعض میں حکومت نے ان میں سرکاری انتظامی شعبے قائم کر رکھے ہیں یا وہ بند پڑے ہیں۔ مساجد کے چاروں طرف سبزہ زار ہوتا ہے جس میں پچاس ہزار سے ایک لاکھ کا اجتماع ہوسکتا ہے۔ ترکی کی ہر مسجد میں فرض نمازوں کے بعد امام نہایت خوش الحانی سے قرآن پاک پڑھتے ہیں اور تقریباً تمام ہی مُصلّی نہایت مؤدب ہوکر سنتے ہیں۔ یہ تلاوت اتاترک کے انقلاب کے بعد سے ترکوں کو اسلام سے وابستہ رکھنے کا ذریعہ رہا ہے۔ ہر مسجد کے ممبر نہایت ہی بلند وبالا تقریباً ایک یا دو منزلہ عمارت کے برابر ہیں۔ جب خطیب کھڑا ہوتا ہے تو عظمت وشوکت اور رعب طاری ہوجاتا ہے اور ہر شخص خطیب کو یکساں دیکھ رہا ہوتا ہے۔ عثمانی سلاطین نے اپنے دفن کے لیے عالیشان تاج محل تعمیر کرنے کے بجائے وہ ان ہی عظیم الشان مساجد کے زیر سایہ چھوٹے چھوٹے اور معمولی حجروں میں آرام فرما ہیں۔

قلعۂ رومیل حصار:

استنبول میں کئی بار بحیرۂ فاسفورس پر بنائے گئے عظیم الشان پل سے گزرنا ہوا جو یورپ کو ایشیاء سے بذریعہ روڈ ملاتا ہے۔ یہ ایک معلق پل ہے جس کے دونوں کناروں پر دو دو آہنی ستون ہیں۔ دو ستون ایشیاء میں دو یورپ ہیں۔ اس کو ہلالی شکل میں نکلے ہوئے دو لوہے کے مضبوط ستونوں نے سنبھالا ہوا ہے۔ اس پل کی لمبائی ایک ہزار چوہتر (۱۰۷۴) اور چوڑائی ۳۳،۴۰ میٹر اور یہ پل سمندر سے ۶۴ میٹر بلند ہے۔ اس برج پر سے گزرتے ہوئے عمر فاروق صاحب نے سلطان محمد فاتح کا تعمیر کردہ عظیم الشان قلعہ رومیل حصار بتایا جو سلطان بایزید یلدرم کے تعمیر کردہ قلعہ حصار کے بالکل سامنے یورپ کے ساحل پر واقع ہے۔ قلعہ اس طرح تعمیر کیا گیا ہے کہ فضا سے محمد (ﷺ) لکھا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ خواہش کے باوجود وقت کی کمی کے باعث اندر جا کر نہیں دیکھ سکے۔

ترکی قوم پر تصوف کے اثرات:

رات کا کھانا ایک کُردی ریسٹورنٹ میں کھایا۔ کُردی کھانوں کا یہ ریسٹورنٹ ایک کُردی گاؤں کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔ دنیا میں کھانے اپنی لذت اور اقسام کے تنوع کے لحاظ سے فائق ان ہی ملکوں کے ہیں جو صدیوں تک عالمی امپائر رہے ہیں۔ جیسا کہ مغربی دنیا میں اٹلی کے کھانے اور ایشیاء مشرق میں ترکی کھانے' کھانے کے بعد نمازِ عشاء چہار شنبہ کی جامع میں پڑھی۔ یہ محلّہ قدیم زمانے میں نقشبندی و نورسی سلاسل تصوف کا مسکن رہا ہے۔ موجودہ سب سے بڑے شیخ محمود آفندی بستر علالت پر زندگی کے آخری لمحات میں بتائے جاتے ہیں۔ اُن سے ملاقاتیں بند تھیں۔ اس محلے میں داخل ہوتے ہی محسوس ہوا کہ گویا صدیوں پرانے کی خالص خانقاہی ماحول میں آ گئے ہوں۔ لوگوں کا لباس حلیہ سب ہی متشرع خواتین بلکہ بچیاں تک پورے حجاب میں ہمیں استنبول میں یہ واحد مسجد ملی جو اوپر نیچے تک پوری طرح بھری ہوئی تھی۔ اور تمام مُصلّی پوری داڑھی میں اور شرعی لباس میں تھے۔ بندہ چشم تصور میں صدیوں پرانے دور میں پہنچ گیا۔ جب ترکی میں اسلام کا غلبہ تھا اور ترکوں نے اسلام کا پرچم اٹھایا ہوا تھا۔

ترکی میں مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اور مولانا سلمان الحسینی کی مقبولیت:

ترکی میں عصر حاضر کے مفکرین میں سے زیادہ مقبولیت، محبوبیت اور رسوخ مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا نظر آیا کیوں کہ حنفیت اور تصوف ترکوں کے رگ و پے میں پیوست ہے۔ کسی غیر حنفی یا سلفی مفکر کا وہاں جگہ بنا پانا دشوار ہے۔ موجودہ حکومت کے بڑے بڑے عہدیدار اپنی ابتدائی تعلیم میں حضرت مولانا کی کتابیں قصص النبیین منشورات ومختارات پڑھے ہوئے ہیں۔ ایک ترکی فاضل صالح قراجہ نے جوندوہ میں بھی پڑھ چکے ہیں۔ حضرت مولانا کی تقریباً تمام ہی کتب کا ترکی زبان میں ترجمہ کر دیا ہے۔ حضرت مولانا کی کتابوں کے ترکی ایڈیشن اردو سے بھی کہیں زیادہ طبع ہوئے ہیں۔ افسوس کہ ہماری یوسف صالح قراجہ سے ملاقات نہ ہوسکی۔ وہ سفر میں تھے۔ مولانا سلمان صاحب سے انہوں نے فون پر گفتگو کی اور اپنے حاضر نہ ہوسکنے پر افسوس کا اظہار فرمایا۔ ہمارے مکرم مولانا سلمان الحسینی کی ترکی وعلمی وفکری حلقے میں بے پناہ محبوبیت ومقبولیت دیکھی۔ بڑے بڑے سکالر و مفکرین اور علمی اداروں کے ذمہ داران ملنے آتے رہے۔ ایک ترکی عالم نے کہا مولانا سلمان صاحب کا عربی تقریر کا لہجہ خالص عربی ہے۔ کوئی عجمی اس لہجے میں تقریر کر ہی نہیں سکتا۔ یقیناً مولانا کی رگوں میں عربی خون ہے کیوں نہ ہو۔ آپ کی شخصیت میں ساداتِ حسنی وحسینی کا مبارک امتزاج ہے۔ بندہ نے مولانا سلمان صاحب

سے کہا: آپ نے مردہ لوگوں میں بہت وقت گزار لیا۔ اب باقی زندگی میں زیادہ توجہ زندہ اقوام ترک عرب وسط ایشیاء پر دیجیے ۔ترکی کے تمام طبقات بڑے بڑے علماء اور نوجوانوں میں مولانا سے جو والہانہ محبت و تعلق اور قدر و منزلت دیکھی۔ انگلینڈ و امریکہ کے برصغیر (گجرات) لوگوں میں اس کا عشرِ عشیر بھی نظر نہیں آیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ برصغیر کی مٹی کی خاصیت ہے کہ جتنے کنکر اُتنے شنکر۔ گویا شخصیت یا پیر پرستی رگوں میں پیوست ہے اور مولانا کا طرز زندگی پیر کے بجائے ایک عالم ربانی کا ہے۔

بہ صد حسرت لندن واپسی:

ہم لوگوں نے آخری رات عمر فاروق صاحب ڈائریکٹر دارالحکمت کے گھر آرام کیا۔ صبح ساڑھے چار بجے نماز فجر پڑھ کر ائرپورٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ ائرپورٹ پر کرغزستان کے ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو تبلیغی جماعت میں پاکستان جاتے رہتے ہیں۔ کچھ اردو بھی بول لیتے ہیں۔ گھنٹہ بھر ائرپورٹ کے ریسٹورنٹ میں ناشتے کے دوران کرغزستان کے مسلمانوں کے احوال پر گفتگو رہی۔ معلوم ہوا کہ وسط ایشیاء کے ملکوں میں کمیونزم سے آزادی کے بعد عام لوگوں اور نئی نسل میں اسلام کی طرف کثرت سے رجوع ہے مگر ان کو دین سکھانے اور تعلیم دینے والوں کی اشد کمی ہے۔ صبح ساڑھے آٹھ بجے ترکش ائرپورٹ سے روانہ ہو کر لندن کے وقت کے مطابق ساڑھے دس بجے ہیتھرو پورٹ پر اترے۔

ترکوں کے مستقبل پر امید و بیم کے سائے:

ترکی میں گزرے تین دن بندے کی زندگی کا اہم ترین موڑ ہے۔ شدت سے احساس ہو رہا ہے کہ ترکی کا سفر بہت پہلے ہونا چاہیے تھا۔ یہاں ملی و دینی کام کرنے والوں کے لیے عملی نمونے اور مثالیں ہیں۔ ترکی دوبارہ انگڑائی لے کر اٹھ رہا ہے۔ ہم نے ترکی کو امید و بیم کے درمیان چھوڑا۔ اتاترک کے جس ملک میں عربی میں اذان دینا جرم تھا' آج وہاں دو ملین سے زیادہ حفاظ قرآن ہیں اور نئی نسل اسلام کے متعلق پر عزم ایمان و ایقان کی دولت سے مالا مال ہے۔ کبھی اندیشہ سر اٹھاتا ہے کہ فوج اور عدلیہ پوری طرح دونمہ یا اسرائیلی ہے۔ آنِ واحد میں سب کو کچل کر کسی نئے اتاترک کو لے آئے گی۔ ہم نے بہت سے ترک نوجوانوں سے پوچھا: اس فوج سے نجات کی کوئی صورت ہے؟ ان کا جواب خاموشی تھا۔ لیکن چہروں پر کرب والم صاف جھلکتا تھا۔ صحیح احادیث میں قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام ظہور کے بعد سب سے پہلے قسطنطنیہ (ترکی) فتح کریں گے۔ شاید ہماری قسمت میں ابھی مزید انقلابِ گردشِ دوراں باقی ہے۔ مگر ایمان وہ طاقت ہے جو ہر حال میں امید کی جوت جلائے رکھتی ہے:

عجب کیا ہے کہ یہ بیڑہ غرق ہو کر پھر اچھل جائے   کہ ہم نے انقلاب چرخِ گردوں یوں بھی دیکھے ہیں

عالمی حالات پر نظر رکھنے والے صاف محسوس کر رہے ہیں کہ دنیائے کفر خاص طور پر صیہونی، صلیبی گٹھ جوڑ سے اسلام کی جنگ اپنے آخری راؤنڈ میں ہے۔ مغرب فلسفہ و فکر کے میدان میں شکست کھا چکا ہے۔ اس کی قابل فخر چیزیں فرد کی آزادی، انسانی حقوق، سماجی انصاف اور معاشرہ کی حریت کا ملمع نائن الیون نے اتار دیا ہے۔ اب اس کے پاس صرف ظلم و جارحیت کا سہارا رہ گیا ہے۔ جو ان شاء اللہ چند سالوں میں افغانستان کے پہاڑوں اور عراق کے ریگزاروں میں دفن ہو جائے گا اور دنیا پر اسلام کے امن و سلامتی، انسانیت کے احترام اور فلاح و بہبودی کا سورج طلوع ہو کر رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

''پوپ بینی ڈکٹ کے گستاخانہ جملے''

محترم یحییٰ نعمانی (مرتب ''الفرقان'' لکھنؤ) نے لندن سے اپنے ایک عزیز کے نام اس مکتوب میں پوپ بینی ڈکٹ کے گستاخانہ جملوں پر مدلل تنقید و گرفت ہے۔ افادۂ عام کے لیے پیش خدمت ہے۔ (مدیر)

برادرِ عزیز مولوی الیاس میاں حفظکم اللہ و سلمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لکھنؤ سے ہم ۱۴ ستمبر کو نکلے تھے۔ سفر کی ہماہمی میں اس دن کا انگریزی اخبار نہیں دیکھا تھا۔ تم نے چلنے سے کچھ پہلے بتایا کہ آج کے انگریزی اخباروں میں پوپ بینیڈکٹ شانز دہم کا اسلام کے بارے میں کوئی بڑا نامعقول اور جارحانہ بیان چھپا ہے۔ راستے میں ہم نے اخبار دیکھے، اور اسی وقت سے اندیشہ ہونے لگا کہ کارٹون جیسا کوئی تنازعہ کھڑا کر دیا گیا، اور ایک مرتبہ پھر مغرب کی بے حسی اور جارحانہ ڈھٹائی اور ہمارے بے سلیقگی اور حماقت بھرے طرز احتجاج کا ایک نیا رزمیہ لکھا جائے گا۔ مگر لندن آ کر کہ اس مرتبہ شاید کچھ نیا برآمد ہونے کو ہے۔

خیال ہوتا ہے ہندوستانی اخبارات میں پوپ کے کچھ جملے تو ضرور نقل کیے ہوں گے (اور خصوصاً وہ بدبختانہ جملے جو بیزنطین مینویل دوم پیلیولوگس کے حوالے سے نہایت بے شرمی کے ساتھ نقل کیے گئے تھے)۔ یہاں کے اخبارات نے خطبے کا کافی حصہ نقل کیا تھا۔ جیسا کہ معلوم ہے وہ خطبہ مذہب و عقل کے موضوع پر تھا۔ یہ وہ موضوع ہے جس یورپ کے سائنس دانوں اور عوام کو بھی ایک مدت تک مذہبی طبقوں اور خصوصاً کیتھولک چرچ کے مظالم کا شکار بنائے رکھا۔ چرچ نے جو اندھیر مچا رکھا تھا، اس کی وجہ سے اب اس کے لیے اپنے وجود کو باقی رکھنا ایک مشکل مسئلہ بن گیا۔ اب وہ مستقل مذہب و عقل کے درمیان ہم آہنگی کے امکان کو بتا بتا کر اپنے وجود کے جواز کو ثابت کرتا رہتا ہے۔ کل ماموں صاحب ایک گفتگو میں کہہ رہے تھے کہ: حالات کی ستم ظریفی اور زمانے کی طرفگی دیکھو: اب کیتھولک چرچ عقل و مذہب کے موضوع پر مسلمانوں کے منہ کو آنے لگا ہے''۔ اگرچہ ان صاحب کا ریکارڈ اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے نہایت خراب رہا ہے، مگر پھر بھی اندازہ ہے کہ انہوں نے یہ بات سوچ سمجھ کر اور کسی منصوبے کے تحت ہی کی ہوگی۔ غالباً ان کو اندازہ تھا کہ جس طرح کارٹونوں کے مسئلے میں ہوا تھا ان کے بیان سے بھی ایسی صورت حال پیدا ہوگی جس سے مشرق و مغرب میں رائے عامہ کو اسلام سے متنفر کرنے کا موقعہ ملے گا۔ اصل میں یہ یورپ میں اسلام کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکنے کی خواہش ہے جو اس نفرت کی فضا کو قائم رکھنے والے اقدامات پر مجبور کر رہا ہے۔ مگر، اب کے تو انہونی ہوگئی۔ یہ شاید ماضی قریب کی تاریخ کا پہلا واقعہ ہے کہ مغرب کے کسی بھی درجے کے نمائندے نے اتنی جلدی معذرت کی ہو۔ اور یقیناً اس بالکل نئے قسم کے واقعے کا کچھ سبب بھی ہوگا، اور شاید وہ سبب یہ ہو کہ حالات اندر اندر کچھ بدل رہے ہیں، اور مغرب میں یہ رائے رکھنے والوں کی تعداد لگاتار بڑھ رہی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جس طرح کا جارحانہ، نامعقول اور ڈھٹائی کا رویہ بش بلیئر پارٹی اور رائے عامہ پر مؤثر ہونے والوں کا ایک بڑا طبقہ کرتا آیا ہے وہ مسئلے کو وہاں لے جا رہا ہے جو صرف انصاف و انسانیت سے ہی دور نہیں ہے بلکہ خود مغرب کے لیے بھی مشکلات پیدا کرنے والا ہے۔ اسی طرح ایک اور نیا پہلو یہ نظر آیا کہ مسلم دنیا کی حکومتوں نے بھی اس

مرتبہ فوراً ہی سخت الفاظ میں تنقید کی۔حتیٰ کہ ترکی جیسی یورپ پرست حکومت کے وزیرِ اعظم اپنی تنقید میں یہاں تک گئے کہ انہوں نے پوپ کے متوقع دورۂ ترکی کو ہی اس بیان کی وجہ سے 'غیر یقینی' قرار دے دیا۔

ایسا لگتا ہے کہ لوگ کتنا ہی چاہیں، یہ بات اب تھمے گی نہیں، اور ہم دیکھیں گے کہ 'طوفان مغرب' مسلماں کو مسلماں کر کے ہی چھوڑے گا۔ اور ''**ماكان الله ليذر المومنين على ما أنتم عليه حتى يميز الخبيث من الطيب، وما كان الله ليطلعكم علىٰ الغيب**'' کا معاملہ ہونے جا رہا ہے۔

یہاں کے میڈیا میں دو قسم کا ردِ عمل تھا، ایک تو وہی سوچ تھی جس کا تجربہ بار بار ہوتا آیا ہے۔یعنی پورے زور اور ڈھٹائی سے پوپ کی حمایت۔مگر ایک اور موقف بھی تھا، اور وہ تھا پوپ کی جارحیت اور خراب زبان کی واضح الفاظ میں مذمت، اور یہ مطالبہ کہ فوری معذرت اور واضح اور بے لاگ لپیٹ کے معذرت کی جائے۔(اگر چہ اس موقف والے بھی مسلم دنیا کے پرشور مظاہروں کو قطعاً نا قابلِ فہم اور نا قابلِ قبول ہی قرار دیتے ہیں)۔اور غالباً جس شدت اور صفائی سے خود عیسائی دنیا میں یہ ردِ عمل ظاہر ہوا، اسی کا نتیجہ تھا کہ پوپ صاحب کو فوراً ہی معذرت کرنا پڑی۔دونوں قسم کے ردِ عمل کا مظاہرہ یہاں شائع ہونے والے ٹائمس اخبار کے اتوار کی اشاعت میں ہوا ہے۔اداریہ تو اسی خاص انگریز ذہانت کا مظہر ہے۔بات کو مسلم دنیا کے پرتشدّد ردِ عمل کی طرف موڑ کر آزادیِ رائے کے حق کی دہائی دی گئی ہے۔مگر ایک پورے صفحے کا مضمون John Cornwell کا بھی ہے، اس شخص نے تو واقعی پوپ کے بخیے ہی ادھیڑ کے رکھ دیے ہیں۔ہم انٹرنیٹ سے تمہارے لیے کچھ دل چسپ اقتباسات بھی اتار کر بھیج رہے ہیں۔

سب سے پہلے تو اُس نے پوپ کی اس پوزیشن کو ہی مضحکہ خیز قرار دیا ہے کہ وہ اسلام کے مقابلے میں عقل کی حمایت کا دم بھریں۔

> **It is commonly accepted that it was Islamic and Arabic culture that kept alive the philosophy of Aristotle through the Dark Ages, and made the Catholic reconciliation of faith and reason possible..... One senior Anglican source said: "If anything, Islam was the religion of reason ahead of Christianity. Mathematics and medical science were developed in the Islamic world. The clash between reason and medievalism has Muslims on the side of reason."**
>
> ''یہ بات عام طور پر تسلیم شدہ ہے کہ (یورپ کی) قرونِ مظلمہ میں یہ مسلم اور عرب تہذیب ہی تھی جس نے ارسطو کے فلسفے کو زندہ رکھا۔اور اسی مسلم تہذیب کے اثرات کی یہ دین ہے کہ کیتھولک چرچ کی عقل سے صلح ممکن ہو سکی ہے۔)......اینگلیکن چرچ کے ایک سینیر ذریعے کا کہنا ہے کہ: بہر حال، اسلام عیسائیت سے کہیں زیادہ عقل کو تسلیم کرنے والا مذہب ہے۔ریاضیات اور طبی سائنس کا اصل ارتقا اسلامی دنیا ہی میں ہوا تھا۔جس وقت یورپ میں قرونِ وسطیٰ کے دور میں مذہب و عقل کی جنگ جاری تھی اسلام عقل کا ہم نوا تھا۔''

مضمون نگار مزید یہ بھید بھی کھولے دیتا ہے کہ اصل میں یہ لوگ یورپ میں اسلام کے غیر معمولی پھیلاؤ سے اسی درجے پریشان ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ چرچ کی تاریخ عدم برداشت (intolerance) کی رہی ہے۔ یہی قرون مظلمہ کی ابتدا میں صلیبی جنگوں کے چھڑوانے والے تھے، یہی اصلاح کی تحریک کے مخالف تھے۔ یہی مذہبی آزادی کے دشمن رہے ہیں۔

The church and the papacy in particular have long had problems with the existence of other religions, let alone tolerance of them. It started with the crusades in the early Middle Ages, continued with the Reformation (the memory dies hard that the Guy Fawkes plot was a Catholic conspiracy to destroy the establishment of Protestant England). Through the 19th century the popes set their faces against the notion of religious freedom and separation of church and state. A succession of pontiffs, notably Pope Pius IX (1846-1878), declared that respect for other religions was a form of "insanity".

پورا مضمون اسی نوعیت کا ہے، یہ بھی اشارہ کرتا ہے کہ خود ویٹیکن میں شدید اختلافات ہو گئے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ مغرب میں پوپ (بلکہ ایک حد تک کیتھولک چرچ) کی جو شدید مخالفت اور مذمت ہو رہی ہے اس کی جڑ میں پروٹسٹینٹ اور کیتھولک فرقوں کی قدیم آویزشوں کی تلخی بھی ہے۔ نیویارک ٹائمس کے اداریے نے بھی یہی رخ اپنایا ہے، اور ایک صاف ستھری اور واضح معذرت کی مانگ کی ہے:

The world listens carefully to the words of any pope," The Times continued. "And it is tragic and dangerous when one sows pain, either deliberately or carelessly. He needs to offer a deep and persuasive apology, demonstrating that words can also heal."

آج ۱۸ ستمبر کے اخبارات تو مزید اچھی خبریں لائے ہیں۔ روس کے صدر پوتین نے صاف الفاظ میں مذہبی لیڈروں سے اپنے بیانات میں احتیاط برتنے کی اپیل کی اور یہ بھی کہا کہ میں یہ بات بطور روس کے صدر کے کہہ رہا ہوں۔ یہ واقعی بالکل نئی صورت حال ہے۔ آج پوپ صاحب نے دوبارہ، بذات خود معذرت کی ہے اور اس بدتمیز اقتباس سے برائت ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے جو انہوں نے بیزنطین مینویل دوم کے حوالے اپنے ایک دعوے کی دلیل کے طور سے نقل کیا تھا۔ اور یوں کہا ہے کہ وہ میری رائے نہیں ہے۔

مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ اگر یہ بیان کسی مذہبی شخص (پوپ) کے بجائے کسی صحافی یا سیاسی شخصیت کی طرف سے آتا تو مغرب والے اس کو آزادی اظہار رائے کے خانے میں ڈال دیتے۔ جیسا کہ انہوں نے کارٹونوں کے مسئلے میں کیا۔ یہ بات ہمارے لیے مغرب کو سمجھنے کے سلسلے میں بہت مفید ہو سکتی ہے۔

مغرب میں اسلام سے دوری پیدا کرنے والے اور اسلام دشمن لابیوں کو مضبوط کرنے والے کاموں کے سلسلے میں ایک زوردار اضافے کا پوپ کا منصوبہ تو بظاہر ناکام ہوگیا، مگر ابھی اس طرح کی کوششیں جاری رہیں گی۔ اور ان سارے اچھے پہلوؤں کے باوجود یہ طے ہے کہ اگر ہمارے یہاں اس طرح کے واقعات پر اپنی ناراضگی کے اظہار کا وہ نامعقول اور حکمت عملی اور حالات کے تقاضوں کو ہی نہیں شرعی حدود تک سے تجاوز کرنے والا طرز باقی رہا جس کا مظاہرہ ہم نے پوری دنیا میں کارٹون کے سانحے میں کیا اور اپنی مظلومیت کے کیس کے مضبوط ہونے کے باوجود دنیا والوں کی نگاہوں میں بازی ہاری، اور جس سے ہم اس مرتبہ بھی اور اتنے تازے تجربے کے بعد بھی باز نہیں رہے، اگر ہمارا وہ طرز باقی ہی رہا، تو یقین کرلو آئندہ بھی اس طرح کے مقابلوں میں دشمن ہی 'خوش نصیب' رہے گا۔ اس مرتبہ جو بڑی اچھی صورت بنی وہ شاید اللہ کی طرف سے کچھ غیبی معاملہ تھا، یا پوپ کی کیتھولک شخصیت تھی جس کی وجہ سے پروٹسٹینٹس کو اپنی تاریخ کے آئینے میں مسلمانوں کی مظلومیت کی تصویر دیکھنی آسان ہوگئی۔

مگر اپنے لوگوں کا کیا کریں، بھلا عقلی و اخلاقی طور پر کیا جواز تھا کہ پوپ کے بیان کے خلاف ہندوستان میں جو مظاہرے ہوں ان میں مقامی لوگوں کی پریشانی کا کچھ بھی سامان ہو؟ **اللّٰھم اھد قومی، فانھم لا یعلمون.**

ایک اور عبرت کا لطیفہ تم کو سنائیں۔ ہمارا جو سامان کوریر سے آرہا تھا، وہ آج دوشنبے کو ہر حال میں پہونچنا تھا، ہم نے دس بجے تمہارے دیے ہوئے نمبر سے رابطہ کیا تو DTDC کے آفس سے کوئی ہندوستانی بھائی بول رہے تھے۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہمیں جلدی ہے برائے مہربانی اس کو ایک بجے سے پہلے پہونچا دیں۔ انہوں نے صفائی سے معذرت کرلی کہ وہ میں نے ڈیلیوری کرنے والی کمپنی کو دے دیا ہے۔ اب وہ چار بجے تک پہنچائیں گے۔ ہماری مکرر درخواست پر بھی انہوں نے یہی بات کہی، مزید اس ڈیلیوری کرنے والی کمپنی کا فون نمبر بھی دینے سے انکار کردیا۔ ہم نے اتوار کو بھی اسی آفس فون کیا تھا تو ایک انگریز بول رہا تھا، تو اس نے ہم کو ایک نمبر دیا تھا، ہم نے آج اس پر رابطہ کرنا چاہا تو وہاں سے ایک مقامی شخص نے بات کی اور جب اپنی اس سے اپنی عجلت کا ذکر کیا گیا تو اس نے بڑے اخلاق کے ساتھ کہا کہ وہ اس کے یہاں سے روانہ ہو چکا ہے لیکن اپنی جیسی پوری کوشش کرنے کا یقین دلایا۔ اور واقعی ایک گھنٹے سے بھی کم وقت میں وہ پیکٹ حاضر تھا۔ ہمارا ہم وطن ہماری کسی طرح کی مدد پر آمادہ نہیں تھا، اور ایک ولایتی اپنی جیسی پوری کوشش کرتا ہے۔ ایسے تجربے یہاں کے لوگوں کے لیے روزمرہ کی بات ہیں۔

والسلام
یحییٰ نعمانی

علماء حق کا ترجمان
المیزان
ناشران وتاجرانِ کتب

دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ

دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7122981-7212762

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

تبصرہ: ذوالکفل بخاری

نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم:

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی لکھتے ہیں......

''جو شخص بھی فنِ تدریس سیکھنا چاہے اور وہ اسالیب تدریس کے چناؤ، وسائل تعلیم کے انتخاب اور آدابِ تعلیم کے سلسلے میں کوئی مثالی نمونہ پالینے کی خواہش رکھتا ہو......وہ نبی کریم ﷺ ایسا عظیم نمونہ کہیں اور حاصل نہیں کر سکتا۔'' (ص۴۹)

ساڑھے چار سو سے زائد صفحات پر پھیلی یہ نہایت دل کش اور دیدہ زیب کتاب ڈاکٹر صاحب کے اس ''عقیدے'' کی دل پزیر شرح ہے۔ کہنے کو تو مسلمان کہلانے اور محبتِ رسول (ﷺ) کا دم بھرنے والے ہر ہر فرد کا عقیدہ یہی ہونا چاہیے لیکن ہم میں سے کتنے ہوں گے کہ جنہیں اگر یہ کہا جائے کہ وہ ایک لمحے کے لیے دل پر ہاتھ رکھ کر نہایت دیانت داری سے اپنے ''آئیڈیل'' کا نام لیں' تو زبان بے اختیار ''محمد'' (ﷺ) پکار اُٹھے۔ لیکن وہ جو صرف ان کا نام لیں' جو صرف انھی کا دم بھریں' وہ کتنے ہوں گے؟

ڈاکٹر فضل الٰہی' ایک یونی ورسٹی میں استاد ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ عربی اور اردو پر یکساں دسترس رکھتے ہیں۔ ایک تعارف یہ بھی ہے کہ وہ مرحوم و مغفور علامہ احسان الٰہی ظہیر کے برادرِ حقیقی ہیں۔ زبان کی صفائی، بیان کا سلجھاؤ، عالمانہ متانت اور معلمانہ سبھاؤ......ان کے اسلوبِ نگارش کی مابہ الامتیاز خصوصیات ہیں۔ جملوں کی ساخت البتہ چغلی کھاتی ہے کہ ان کے لکھنے کی بلکہ سوچنے کی زبان اب عربی ہے۔ عربی کی آمد' اردو میں ترجمہ ہو کر آورد ہو جائے تو یہ اچنبھے کی بات نہیں۔ یہ کتاب بھی اصلاً عربی ہی میں لکھی گئی تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے دوسو سے زائد احادیث مبارکہ' موضوع سے متعلق منتخب کر کے' ان کی روشنی میں تعلیم اور تعلّم کے جملہ مراحل و مسائل، اسالیب و آداب اور اصول و احکام کا استنباط فرمایا ہے۔ چھیالیس عناوین پر پھیلا ہوا یہ مطالعۂ حدیث' اپنی نوعیت کی شاید اوّلین کاوش ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے مدرسانہ مزاج اور منصب نے ایک خوبی یہ بھی پیدا کی ہے کہ کتاب کے آخر میں' بارہ نکاتی ''خاتمہ'' لکھ کر انہوں نے گویا پوری کتاب کے دریائے مباحث کو خلاصے کے کوزے میں بند کر دیا ہے۔ کتاب ایک اپیل پر ختم ہوتی ہے۔ ہم اس تبصرے کو بھی اسی اپیل پر ختم کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''راقم السطور اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپیل کرتا ہے:

(۱) روئے زمین کے تمام اہل اسلام، بلکہ تمام بنی نوع انسان سے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کو پڑھیں،

اس پر غور وفکر کریں۔ قیامت تک آنے والی پوری انسانیت کے لیے اس میں رشد وہدایت اور دنیا وآخرت کی سعادت اور کامیابی ہے، کیونکہ خود اللہ رب العالمین نے انہیں (اسوۂ حسنہ) یعنی بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔

(۲) مشرق ومغرب کے ارباب تعلیم اپنے کلیات تربیۃ (Colleges Of Education) میں (نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم) کو بطور مضمون (Subject) شامل کریں۔

(۳) دنیا کے تمام معلمین اور معلمات اپنی تعلیمی زندگی میں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنائیں، کیونکہ وہ مخلوق میں اعلیٰ ترین معلم ہیں۔

رب حیی وقیوم سے عاجزانہ التجا ہے کہ وہ مجھ ناکارہ اور تعلیم سے وابستہ تمام حضرات وخواتین کو نبی کریم ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ **اِنَّہٗ سَمِیْعٌ مُجِیْبٌ''**

ضخامت: ۴۵۷ صفحات، قیمت ۲۵۵ روپے اور ملنے کا پتا مکتبہ قدوسیہ رحمٰن مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور ہے۔

مجالس اقبال:

دونو جوان علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ جون ۱۹۳۶ء کا قصہ ہے۔ ان میں سے ایک ملاقاتی راوی ہے کہ علامہ نے کہا: ''فرماؤ''۔ ہم نے عرض کیا: ''حضور آپ کی زیارت کرنے آئے ہیں۔'' اس پر وہ تھوڑا سا مسکرائے۔ ہم نے صحت کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا: تکلیف بڑھ گئی تھی۔ بھوپال چلا گیا تھا۔ علاج کروایا تے ہن کچھ Better آں۔ اس وقت کوئی اور آدمی موجود نہیں تھا۔ ڈرائنگ روم تھا اور ساتھ ایک سائیڈ روم۔ علامہ پلنگ پر دراز تھے۔ اٹھ کر علی بخش سے کہا حقہ لاؤ۔ ہم نے ایک شعر کے بارے میں استفسار کیا:

محمد بھی ترا ، جبریل بھی ، قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرفِ شیریں ترجماں تیرا ہے یا میرا

موضوعِ بحث ''حرفِ شیریں'' تھا۔ فرمایا: ''میں اپنے شعر دا مطلب کدی نئیں دسیا۔ جو کسے نوں سمجھ آجائے۔ اصل چیز عمل اے۔ عمل نئیں تے کجھ وی نئیں۔'' یہ روایت ہے پروفیسر بخشی علی انور کی؛ جسے پروفیسر انور مسعود نے قلم بند کیا اور پروفیسر جعفر بلوچ نے اپنی کتاب ''مجالس اقبال'' میں محفوظ کر دیا ہے۔

''مجالس اقبال'' راویانِ اقبال کے بعض نہایت نادر بیانات اور ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ جسے جناب مرتب کے حسن انتخاب اور ذوقِ تربیت نے متشکل کیا ہے۔ فاضل مرتب کا یہ فرمانا بالکل بجا ہے کہ یہ مجلسی وملفوظاتی روایات نہ صرف علامہ کو اور ان کے حوالے سے دین وادب کو سمجھنے کا گراں قدر وسیلہ ہیں بلکہ ان سے علامہ کی زندگی کے بعض نئے پہلو بھی سامنے آتے ہیں جو سوانحی حیثیت سے بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

اس کتاب میں جس قدر متنوع تحریروں کو یکجا کیا گیا ہے ان سب کا تعارفی جائزہ کسی قدر تفصیل اور اطناب چاہتا ہے۔ افسوس کہ ان صفحات میں سردست اس کی گنجائش نہیں۔ ترقی پسند نقاد پروفیسر ممتاز حسین سے لے کر شارحِ اقبال یوسف سلیم چشتی تک کتنے ہی لوگ ہیں جن کے حوالے سے بہت دلچسپ اور نئی باتیں پڑھنے کو ملتی ہیں اور بہت سی گرہیں

کھلتی ہیں۔ راویوں کی اس فہرست میں بعض کم معروف اور بعض یکسر غیر معروف نام بھی ہے۔ لالو پہلوان اور بابا دینو اقبال کے بچپن کے دوست ہیں۔ خواجہ عبدالوحید وہ بزرگ ہیں جنہیں اقبال کی نجی محفلوں میں مسلسل تیس برس تک باریابی کا شرف حاصل رہا۔ ۱۹۰۸ء سے لے کر ۱۹۳۸ء تک۔ ان کا مضمون' اس مجموعے کا طویل ترین مضمون ہے۔ نہایت قیمتی، معلوماتی اور دلچسپ۔ اقبال اپنے بعض نیاز مندوں کو ''مخلص منافق'' کیوں کہتے تھے؟ قادیانیت کے خلاف ان کے قلمی جہاد کے اسباب وعوامل کیا تھے اور اثرات ونتائج کیا رہے؟ مختلف طبقات اور حیثیات کے لوگوں سے علامہ کا رویہ کیسا ہوتا تھا؟ خواجہ عبدالوحید صاحب کا ''روزنامچہ'' اس کی رنگا رنگ جھلکیاں دکھلاتا ہے۔

صفحات: ۳۳۶، قیمت: ۱۵۰ روپے اور ناشر: دارالتذکیر، رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور ہے۔

<u>برسبیلِ سخن:</u>

ظفر علی خاں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ایک ہاتھ سے حقے کی نَے منہ میں لیتے تھے، دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے پر 'انگشتِ شہادت سے دائرہ بناتے تھے اور پھر کھٹا کھٹ شعر' بناتے'' چلے جاتے تھے۔ شعر بھی ایسے جنہیں چار چول چوکس کہیے۔ بقول کسے ہاتھ کے نہیں' کل کے بنے ہوئے۔

جناب جعفر بلوچ...... بلاشبہ ہمارے عہد میں ظفر علی خاں کے مثیل ہیں۔ قادرالکلام، بدیہہ گو اور نکتہ طراز۔ شوخ، طناز اور لفاظ۔ ثبوت کے لیے جناب تحسین فراقی اور جناب اجمل نیازی وغیرہم کے حضور' جعفر صاحب کا ''خراجِ عقیدت'' یاد کیجیے۔ ان کے اس قبیل کے اشعار قبولِ عام اور بقائے دوام کے مقامات چشم زدن میں طے کرتے ہیں۔

''برسبیلِ سخن''، جعفر بلوچ کا تیسرا شعری مجموعہ ہے جو صرف نظموں پر مشتمل ہے۔ اس سے پہلے نعتیہ مجموعہ ''بیعت'' اور شعری مجموعہ ''اقلیم'' صاحبانِ ذوق سے خوب خوب داد پا چکے ہیں۔ ''برسبیلِ سخن'' کی ابتداء میں جناب شہزاد احمد اور جناب ڈاکٹر اسلم انصاری کی تحریریں بجائے خود خاصے کی چیزیں ہیں۔ شہزاد احمد کا کہنا ہے کہ جعفر بلوچ کی شاعری ناممکنات سے ہر وقت ممکنات کی طرف سفر کرتی رہتی ہے۔ یعنی وہی بات جو ظفر علی خاں نے اکبر الہ آبادی کے بارے میں کی تھی۔

زمینِ سنگلاخ اکبر نے کیسی منتخب کی ہے
کہ ہے مشکل بہت اس میں قوافی نوبنو لانا

جعفر بلوچ بھی سنگلاخ اور دشوار گزار زمینوں میں شعر کہتے ہیں۔ نوبنو (بلکہ اسلم انصاری صاحب کے بقول انوکھے اور غیر متوقع) قوافی برتتے ہیں اور ان موضوعات پر نظمیں کہتے ہیں جنہیں آج کا شاعر عموماً درخورِ اعتنا خیال نہیں کرتا۔ دینی، قومی، ملی اور سیاسی حوالوں سے کہی گئی ان نظموں میں رقص اور وجد کی کیفیات ہیں۔ ایک نظم دیکھیے۔ عنوان ہے:

''کیا آج ہم آزاد ہیں''؟

ہم آج کیوں ناشاد ہیں؟/ کیوں موردِ بیداد ہیں؟/ کیوں خاسر و برباد ہیں؟/ کیوں سربہ سرفریاد ہیں؟/ کیا آج ہم آزاد ہیں؟ کیا گردشِ ایام ہے/ مظلوم آج اسلام ہے/ بنیاد اک دشنام ہے/ کیا ہم بھی بے بنیاد ہیں؟/ کیا آج ہم آزاد ہیں؟ امن واماں کے نام پر/ آئے یہودی چارہ گر/ کرنے ہمیں زیروزبر/ ہم صید وہ صیاد ہیں/ کیا آج ہم ازاد ہیں؟

شرزادا اور شیطاں نسب/ ہیں آج اس دنیا کے رب/ چپ ہیں عجم، چپ ہیں عرب/ راضی بہ استبداد ہیں/ کیا آج ہم آزاد ہیں؟
دشمن ہمارے تیز ہیں/ شداد ہیں ، چنگیز ہیں/ خسرو ہیں اور پرویز ہیں/ اور ہم فقط فرہاد ہیں/ کیا آج ہم آزاد ہیں؟
کون اب یہاں خود دار ہے/ اپنا تو یہ کردار ہے/ بکتا جو استعمار ہے/ ہم اس پہ کرتے صاد ہیں/ کیا آج ہم آزاد ہیں؟
پالیسیاں اپنی نہیں/ تاب وتواں اپنی نہیں/ روح و رواں اپنی نہیں/ کہنے کو زندہ باد ہیں/ کیا آج ہم آزاد ہیں؟
اسلام کے، ایمان کے/ قوم ووطن کی آن کے/ حفظِ خودی کی شان کے/ ہم کو سبق کب یاد ہیں/ کیا آج ہم آزاد ہیں؟
آبا کی عظمت کے نشاں/ باقی ہیں اب ہم میں کہاں/ کب ہم ہوئے ہیں ایک جاں/ مجموعۂ اضداد ہیں/ کیا آج ہم آزاد ہیں؟
خود اپنے دل سے پوچھئے/ روحِ خجل سے پوچھئے/ آب اور گِل سے پوچھئے/ کرتے وہ کیا ارشاد ہیں/ کیا آج ہم آزاد ہیں؟

صفحات:۱۴۴، قیمت:۱۵۰ روپے، ناشر: مکتبہ تعمیر انسانیت، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور ہے۔

تاویلات:

پروفیسر انور جمال لکھتے ہیں:

......''علامہ اقبال نے اپنے مجموعوں میں رباعیات کے نام سے جو نظمیں شامل کی ہیں' وہ معروف معنوں میں رباعیاں نہیں بلکہ چار مصرعوں کی حامل ہونے کے باعث انہیں رباعیات کہا گیا ہے۔ ورنہ وہ قطعات ہی ہیں۔'' (ص۶۴)

اسی طرح انور جمال صاحب کی یہ رائے بھی قابل توجہ ہے کہ

......''میر انیس خالصتاً مرثیہ کا شاعر ہے۔ مرثیہ گوئی میں اپنی شاعری کو محدود کر دینے سے انیس کے بہت سے کمالات نقادانِ فن سے پوشیدہ رہے۔'' (ص۱۷)

یہ آراء اور یہ محاکمے ایسے نہیں ہیں کہ جنہیں سرسری نظر سے پڑھتے ہوئے قاری آگے بڑھ جائے۔ تحقیقی وتنقیدی مضامین کے مجموعے ''تاویلات'' میں جابجا ایسی ہی بے آمیز گفتگوئیں پڑھنے کو ملتی ہیں۔ انور جمال' اردو ادب کے سینئر استاد اور معروف شاعر ہیں۔ ان کے یہ مضامین بیان کی روانی اور لطف' اور زبان کی صفائی اور شستگی کے سبب پڑھنے والے پر ایک نہایت خوشگوار تاثر چھوڑتے ہیں۔ جناب انور جمال چونکہ ایک مدرس ہیں اور وہ بھی کامیاب مدرس' اس لیے ان کے ہاں ابلاغ کی پیچیدگی یا اظہار کی ژولیدگی نام کو نہیں۔ یہی وہ چیز ہے جو ادب کے طالب علموں کو سکھلائی جانی ازبس ضروری ہے۔ کالی داس پر، زیب النساء مخفی پر اور غالب پر انور جمال کی تنقیدی تحریریں ہوں یا......وزیر آغا، احمد ندیم قاسمی، آنس معین، عرش صدیقی، پرتو روہیلہ وغیرہم کی شاعری اور منتخب نظموں کے تنقیدی مطالعے' سبھی میں تفہیم مطالب پر استادانہ قدرت اور تشریح معانی پر قادرانہ گرفت صاف نظر آتی ہے۔ ''فارسی میں حروفِ اتصال اور ان کی تشکیل''......''چند الفاظ کی وضاحت/ اصل معنیٰ کی تلاش''......''شاعری اور موسیقی کے باہمی روابط'' یہ سب تحریریں وہ ہیں جنہیں پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ہم ایک پرلطف، معلوماتی اور حشو وزوائد سے پاک لیکچر سن رہے ہیں۔ یعنی......تحریر میں' تقریر کی لذت بھی ہے۔

صفحات:۱۴۲، قیمت:۱۵۰ روپے اور ملنے کا پتا: بیکن بکس گل گشت ملتان ہے۔

ادارہ

مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں

اخبار الاحرار

مرکزِ احرار دارِ بنی ہاشم ملتان میں دس روزہ ''تحفظ ختم نبوت کورس'':

ملتان (۴؍ستمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور احتساب قادیانیت کی جدوجہد جاری رہے گی۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہیں۔ وہ دارِ بنی ہاشم میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام منعقدہ دس روزہ ''تحفظ ختم نبوت کورس'' کے اختتام پر خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت امت مسلمہ کی وحدت کی ضمانت ہے۔ قادیانیت اِسی وحدتِ امت کو پارہ پارہ کرنے کی سازش ہے۔ حضور ﷺ کی محبت واطاعت کے بغیر انسانیت کی نجات ممکن نہیں۔ جو گروہ نبی کریم ﷺ کا وفادار نہیں، وہ ملک وقوم کا بھی وفادار نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام اور وطن کا دفاع ہر پاکستانی مسلمان پر واجب ہے۔ اس وقت پاکستان کی سلامتی خطرے میں ہے اور سب سے زیادہ خطرہ قادیانیوں سے ہے۔ انہوں نے کہا کہ تحفظ ختم نبوت کے ذریعے ہی قوم کو ایک اکائی میں سمویا جا سکتا ہے۔

دس روزہ ''تحفظ ختم نبوت کورس'' میں مولانا زاہد الراشدی، مولانا مجاہد الحسینی، حکیم محمود احمد ظفر، مولانا محمد ازہر، پروفیسر خالد شبیر احمد، مولانا مشتاق احمد، مولانا محمد مغیرہ، پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، پروفیسر ذوالکفل بخاری اور مولانا عابد مسعود ڈوگر نے بھی خطاب کیا۔ مقررین نے کہا کہ انسانی حقوق کے حوالے سے مغرب نے دوہرا معیار مقرر کر رکھا ہے۔ دہشت گردی کی آڑ میں اسلام اور مسلمانوں کو طعن کا نشانہ بنانا ظلم اور ناانصافی ہے۔ پاکستان میں موجود این جی اوز یہود ونصاریٰ کے ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں۔ اقلیتوں کے حقوق کی پامالی کا پروپیگنڈہ جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ انسانوں کا قتل انسانی حقوق کے نام نہاد ٹھیکیداروں نے کیا۔ انہوں نے کہا کہ دینی شعور کی بیداری اور وطن کی سلامتی کا تحفظ وقت کا سب سے اہم تقاضا ہے، اس کے لیے مجلس احرار اسلام اپنی مثبت جدوجہد جاری رکھے گی۔ ختم نبوت کورس میں چالیس سے زائد طلباء شریک ہوئے۔ شرکاء کی تجویز پر آئندہ یہ کورس دس دن کی بجائے پندرہ دن ہوا کرے گا۔ (ان شاء اللہ)

یومِ تحفظ ختم نبوت:

لاہور (۷؍ستمبر) ۳۲ سال قبل ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دور اقتدار میں پارلیمنٹ میں لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے تاریخی دن ۷؍ستمبر کے حوالے سے ملک بھر میں ''یوم تحفظ ختم نبوت'' (یومِ قرار دادِ اقلیت) جوش وخروش کے ساتھ منایا گیا۔ مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام متعدد چھوٹے بڑے شہروں میں اس سلسلہ میں اجتماعات اور تقریبات کا اہتمام کیا گیا اور مختلف دینی تنظیموں کے زیر اہتمام کئی جگہوں پر شہداء ختم نبوت کو

خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے اجلاس اور قرآن خوانی کی مجالس بھی منعقد ہوئیں۔

مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ کے مطابق ڈنمارک سمیت کئی ممالک میں یوم تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں اجتماعات اور تقریبات منعقد ہوئیں۔ کراچی، پشاور، رحیم یار خان، ملتان، چیچہ وطنی، بورے والا، چناب نگر، چنیوٹ اور متعدد دیگر شہروں میں بھی یوم تحفظ ختم نبوت منایا گیا۔ ساہیوال میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامعہ محمدیہ میں اس سلسلے میں ایک اجتماع منعقد ہوا جس میں مولانا کلیم اللہ رشیدی، قاری عبدالجبار، محمد اسلم بھٹی اور دیگر مقررین نے خطاب کیا۔ بیرون ممالک اور اندرونِ ملک سے موصولہ اطلاعات کے مطابق کئی مقامات پر اجتماعات میں اس عزم کا اعادہ کیا گیا کہ فتنۂ قادیانیت کے مکمل استیصال تک امت مسلمہ اپنی پر امن جدوجہد جاری رکھے گی۔

حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ اور سید عطاء المہیمن بخاری کے پیغامات:

کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے سربراہ مولانا خواجہ خان محمد اور مجلسِ احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے ایک پیغام میں کہا ہے کہ لاہوری و قادیانی مرزائیوں کے آئینی کردار کے حوالے سے ۷ر ستمبر کے تاریخی دن کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا دراصل یہ تاریخ ساز دن اس عہد کی تجدید کا دن ہے کہ مسلمان تحفظ ناموس رسالت ﷺ پر قربان ہو کر بھی اس پر آنچ نہیں آنے دیں گے اور انکار ختم نبوت پر مبنی فتنوں کی تباہ کاریوں سے بچانے کے لئے آئینی جدوجہد بھی ضروری ہے۔ مولانا خواجہ خان محمد نے اس مبارک دن کے حوالے سے مسلمانوں کے نام اپنے پیغام میں کہا ہے کہ ۳۲ سال قبل تحریک ختم نبوت نے ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ کے فلور پر جو تاریخی کامیابی حاصل کی تھی اس نے پوری امت کے مسلمانوں کو ایک نیا حوصلہ دیا تھا اور اس فیصلے سے یہ بھی ثابت ہو گیا تھا کہ مرزا قادیانی کی امت مرتدہ اپنے دجل و تلبیس کو چھپا کر مسلمانوں کو ورغلا نہیں سکتی۔

سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ ۱۹۵۳ء میں حکمرانوں نے تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت کے کو تشدد کے ذریعے کچل کر ملک میں قادیانی اقتدار کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کی لیکن دس ہزار شہدائے ختم نبوت کے مقدس خون کے صدقے ۱۹۷۴ء میں قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے اگر اکابر احرار ریاستی تشدد جبر و استبداد اور قادیانی ریشہ دوانیوں کا مردانہ وار مقابلہ نہ کرتے تو قادیانی اقتدار پر قابض ہو جاتے۔ انہوں نے تمام مسلمانوں سے بالعموم اور دینی کارکنوں سے بالخصوص پر زور اپیل کی کہ وہ فتنۂ ارتداد مرزائیہ کے مکمل استیصال کے لیے آج کے دن تجدید عہد کریں اور شہدائے ختم نبوت کے مشن کی تکمیل کے لیے آگے بڑھیں۔

دفتر احرار لاہور میں سالانہ ''تحفظ ختم نبوت کانفرنس'':

لاہور (۷ر ستمبر) تحریک تحفظ ختم نبوت پاکستان کے زیر اہتمام لاہور میں قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری کی زیر صدارت منعقد ہونے والی سالانہ عظیم الشان ''تحفظ ختم نبوت کانفرنس'' کے مقررین نے کہا ہے کہ صدر پرویز مشرف ایک سو بار بھی پیدا ہو کر آ جائیں تب بھی قادیانی ایکٹ ختم نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی شخص اسلامی سزا کو ختم کرنے کی سازش کر رہا

ہے تو یہ دراصل وہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ مسلمان اس کو کسی صورت گوارا نہیں کریں گے کہ زنا بالرضا کو آرڈی نینس سے نکال دیا جائے اور حرام کاری کا پھاٹک کھول دیا جائے۔

کانفرنس سے جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث مولانا مفتی حمید اللہ جان ، جمعیت اتحاد العلماء کے سربراہ مولانا عبدالمالک ایم این اے، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما صاحبزادہ طارق محمود، مجلس احرار اسلام کے رہنما پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، قاری محمد یوسف احرار، چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ، جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا محمد امجد خان، مولانا خورشید احمد گنگوہی، روزنامہ ''انصاف'' کے ڈپٹی ایڈیٹر سیف اللہ خالد، سید سلمان گیلانی اور دیگر مقررین نے بھی خطاب کیا۔

مجیب الرحمٰن شامی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ مجلس احرار اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے قادیانیوں کا بھرپور تعاقب کیا اور وہ نعرہ جن کو بعض نام نہاد پڑھے لکھے لوگ لگانے کے لیے تیار نہ تھے، مجلس احرار اسلام نے عوام کی زبان بنادیا۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کا یہ خواب جھوٹا ثابت ہوا کہ ''ایک دن پاکستان قادیانی سٹیٹ بن جائے گا۔'' انہوں نے کہا کہ تحریک ختم نبوت کو کامیاب بنانے کے لیے احرار نے کلیدی کردار ادا پھر یہ تحریک صرف مجلس احرار اسلام یا دینی طبقے کی نہیں بلکہ ہر کلمہ گو کی تحریک بن گئی۔ انہوں نے کہا کہ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔ انہوں نے کہا کہ زانی کو پوری آزادی سے زنا کرنے کے لیے تحفظ فراہم کرنے کی کوشش ہورہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ احرار واحد جماعت ہے جس نے جاگیرداری اور سرمایہ داری کے خلاف جدوجہد کی جبکہ کئی مذہبی جماعتوں نے جاگیرداری اور سرمایہ داری کو تحفظ فراہم کیا۔ آج پھر ضرورت ہے کہ مذہبی جماعتیں غریب کا استحصال کرنے والوں کے خلاف علم بغاوت بلند کریں اور اس جدوجہد کو منظم کریں۔ اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو یہ خودکشی کا راستہ ہوگا۔ شیخ الحدیث مفتی حمید اللہ جان نے کہا جنوبی وزیرستان میں طالبان کی حکومت قائم ہوچکی ہے۔ امریکہ افغانستان اور عراق کا لقمہ ہضم نہیں کرسکے گا۔ علماء حق کی قربانیوں کی برکت سے ابھی تک پاکستان کے مسلمانوں میں ایمان کی رمق باقی ہے۔ جمہوریت کے ذریعے کبھی اسلام نہیں آسکتا۔ جمہوری نظام سرمایہ دارانہ نظام کا محافظ ہے۔ جبکہ اسلام ساری انسانیت کی فلاح وترقی کا ضامن ہے۔ جمہوریت فراڈ ہے۔ اسلام انقلاب سے آئے گا' نعروں سے اسلام نافذ نہیں ہوگا۔

پروفیسر خالد شبیر احمد نے کہا کہ جب تک اس ملک میں ایک بھی احراری زندہ ہے جھوٹی نبوت نہیں چلنے دیں گے۔ مولانا محمد امجد خان نے کہا کہ احرار نے بڑے بڑے لوگ پیدا کیے۔ سازشوں کے باوجود امتناع قادیانیت ایکٹ ختم نہیں ہوگا۔ جنرل مشرف تو پہلے ہی ''مفتی'' تھے اب شوکت عزیز بھی ''مفتی'' بن چکے ہیں لیکن یاد رکھیں جس فتوے پر امریکی گماشتوں کی مہر ہوگی وہ فتویٰ جوتی کی نوک پر رکھیں گے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ہم اپنا تن من دھن قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ مولانا محمد اورنگ زیب اعوان نے کہا کہ ۱۹۵۳ء میں دس ہزار شہداء ختم نبوت کی قربانی سے قادیانیت کے بڑھتے ہوئے طوفان کو روکا گیا۔ اور ارتداد کے سامنے بند باندھا۔ قادیانیت ایک سیاسی ناسور ہے جس نے ہمیشہ ملک وملت

کو نقصان پہنچایا۔

سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ قیامِ ملک کے مقصد سے غداری کرنے والے حکمرانوں کو اقتدار پر قابض رہنے کا کوئی حق نہیں۔ مولانا عبدالمالک نے کہا کہ ہماری تاریخ عظمتوں، شہادتوں کی تاریخ ہے۔ مجلس احرار اسلام جرأت منداور بہادروں کی جماعت ہے۔ موجودہ حکومت مسلمانوں کی نمائندہ نہیں بلکہ وہ یہود ونصاریٰ کی نمائندہ ہے۔ حدود آرڈی نینس میں ترمیم ملک میں فحاشی وعریانی اور زنا کے فروغ کے لیے کی جارہی ہے۔ جس طرح پارلیمنٹ میں ختم نبوت کے مسئلہ پر ہمیں کامیابی ہوئی تھی' اسی طرح ہم حدود آرڈی نینس کا تحفظ کریں گے ۔ امیر شریعت اوران کے رفقاء نے فرنگی سامراج کو برصغیر سے نکال دیا' اسی طرح امیر شریعت کے روحانی فرزند عراق وافغانستان سے امریکی سامراج کو نکالیں گے۔

صاحبزادہ طارق محمود نے کہا کہ ہم ۷ر ستمبر کبھی نہ دیکھتے' اگر امیر شریعت اپنی زندگی جیل اور ریل کی نذر نہ کرتے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت میں احرار کی جدوجہد کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ مسئلہ حدود آرڈی نینس کا نہیں بلکہ امریکہ کا مطالبہ یہ ہے کہ اس آرڈی نینس کو ختم کردیا جائے۔ ۷ر ستمبر کا تقاضا یہ ہے کہ اس آرڈی نینس میں تبدیلی کی ہر سازش کو ناکام بنادیں گے۔ مولانا خورشید احمد گنگوہی نے کہا کہ حدود آرڈی نینس میں تبدیلی پاکستان کی دینی قوتوں کا مطالبہ نہیں ہے یہ روشن خیال طبقہ کا مطالبہ ہے۔ ہم اپنے سروں کی فصلیں تو کٹوا سکتے ہیں لیکن حدود آرڈی نینس میں تبدیلی قبول نہیں گے۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ ان حالات میں کفر واستبداد اور ہمارے حکمرانوں کے ریاستی جبر کے باوجود دینی طبقے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ قادیانی امت مسلمہ سے کٹا ہوا وہ ناسور ہے جس نے امت مسلمہ کو پارہ پارہ کرنے کی جسارت کی ہے۔ وہ اسلام کا نام لے کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ مجلس احرار اسلام کی وراثت ہے۔ موجودہ حکومت میں قادیانیوں کو بہت سی آسانیاں فراہم کی گئی ہیں۔

روزنامہ ''انصاف'' کے ڈپٹی ایڈیٹر سیف اللہ خالد نے کہا کہ جن لوگوں نے تحریک ختم نبوت میں کردار ادا کیا 'انہوں نے آخرت کمالی اور دنیا میں بھی سرخرو ہوگئے۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ ہماری منزل حکومتِ الٰہیہ کا قیام ہے۔ ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ میں قادیانی جماعت کو جو شکست ہوئی وہ اسلام کی فتح ہے اور شہداء ختم نبوت کے خونِ بے گناہی کا صدقہ ہے۔

ردّ قادیانیت پر مبنی کتب پر پابندی کی مذمت:

لاہور (۹ر ستمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری، سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے کتب ولٹریچر پر پابندی ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔ تحفظ ختم نبوت کا لٹریچر امت مسلمہ کے متفقہ عقائد پر مبنی ہے' اس کا فرقہ واریت سے کوئی تعلق نہیں۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ یہ حضور نبی کریم ﷺ کے منصبِ رسالت وختم نبوت کا دفاع خلیفۂ اوّل سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک جاری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ عالمی

مجلس تحفظ ختم نبوت اور دیگر اداروں سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ وتشریح اور فتنۂ ارتداد مرزائیہ کے ردّ کے حوالے سے چھپنے والا لٹریچر کسی طور پر بھی مذہبی منافرت اور دہشت گردی کو فروغ دینے والے لٹریچر کی ذیل میں نہیں آتا۔ یہ سب کچھ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی اور ظالمانہ اقدام ہے، جسے کسی طور پر بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ اس قسم کی کارروائیاں حکومت میں گھسے ہوئے لادین عناصر اور قادیانی ٹولہ کرا رہا ہے تاکہ ملک میں اشتعال بڑھے۔ حکومت کو ہوش کے ناخن لیتے ہوئے امت مسلمہ کے عقیدے کے دفاع کے لیے چھپنے والے لٹریچر پر پابندی کی بجائے قادیانی جماعت کے جرائد ورسائل اور اخبار ولٹریچر پر پابندی عائد کرنی چاہیے۔

علاوہ ازیں مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت لاہور کا اجلاس مرکزی نائب ناظم میاں محمد اویس کی زیر صدارت دفتر مرکزیہ میں منعقد ہوا۔ جس میں تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے طبع شدہ لٹریچر پر پابندی کو مسترد کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا کہ قادیانی جماعت کو خلافِ قانون قرار دیا جائے اور روزنامہ ''الفضل'' سمیت تمام قادیانی لٹریچر ضبط کیا جائے۔

قائدِ احرار کا چیچہ وطنی میں خطاب:

چیچہ وطنی (۱۳ر ستمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ اہل حق اور اہل باطل کی جنگ ازل سے ہے اور یہ تا قیامت رہے گی۔ طاغوت ہر دور میں اپنی شکلیں بدل کر اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے درپے ہوتا ہے۔ ہماری بقاء کی ضمانت صرف اور صرف قرآن کو بطور نظامِ حیات نافذ کرنے میں ہے۔ اسلامی وآسمانی تعلیمات سے انحراف ذلت وگمراہی اور جہالت کا دوسرا نام ہے۔ اسلام سے زیادہ کوئی روشنی پہنچانے والا نظام نہیں ہے کیونکہ خالق ہی بہتر نظام جانتا ہے کہ مخلوق کی فلاح کس نظام میں ہے۔ وہ مرکزی مسجد عثمانیہ چیچہ وطنی میں دارالعلوم ختم نبوت کے سالانہ اجتماع اور تقریب تقسیم اسناد سے خطاب کر رہے تھے۔ مولانا مفتی ذکاء اللہ، عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا عابد مسعود ڈوگر، حکیم محمد قاسم، صوفی محمد شفیق عتیق، محمد معاویہ اور دیگر مقررین نے خطاب کیا جبکہ پیر جی قاری عبدالجلیل، مولانا عبدالستار، مولانا احمد ہاشمی، قاری محمد رمضان، حافظ محمد شفیق، شیخ عبدالغنی، شیخ محمد حفیظ اور دیگر علماء کرام وعمائدین شہر سٹیج پر موجود تھے۔

سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ روشن خیالی کے نام پر موجودہ حکمران ملک کو اس کے قیام کے مقصد سے بہت دور لے جانا چاہتے ہیں اور امریکی ایجنڈے کی روشنی میں اپنی مرضی مسلط کر کے تعلیمی اداروں کو کفر والحاد کی نرسریز بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایسے میں نظریہ اسلام اور نظریہ پاکستان کے نعرے لگانے والوں کی ذمہ داریاں پہلے سے کئی گنا زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ وقت ہے کہ قوم کی فکری ونظریاتی رہنمائی کی جائے اور سیاسی مفادات اور ترجیحات کو قربان کر کے ملک کے اسلامی تشخص کو بچایا جائے۔ مولانا مفتی ذکاء اللہ نے کہا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کا وقت ہے اور اس کے لیے ہمیں اپنے اسلاف کی طرح قرآنی علوم کی ترویج واشاعت کے لیے آگے بڑھنا چاہیے۔

عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ بیرون ممالک رہنے والے پاکستانیوں کے شناختی کارڈز بنوانے کے لیے جاری

ہونے والے فارموں سے عقیدۂ ختم نبوت والی عبارت نکالنا آئین سے انحراف ہے۔ وزارتِ خارجہ اس کا فوری نوٹس لے ۔اجتماع میں علماء کرام نے ۲۹ حفاظ کرام کی دستار بندی بھی کی جبکہ انتقال کر کے جانے والے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما صاحبزادہ طارق محمود کی تحفظ ختم نبوت کے لیے خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ اجتماع میں مطالبہ کیا گیا کہ ختم نبوت کے حوالے سے بعض کتابوں پر سرکاری پابندی بلا جواز اور اشتعال انگیز ہے ۔لہٰذا حکومت یہ پابندی واپس لے اور قادیانی جماعت کے لٹریچر پر پابندی عائد کرے۔ بعد ازاں قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے مدرسہ عربیہ عزیزیہ (چک نمبر ۱۲۔ ۳۹ ایل) میں عظمت قرآن کریم کانفرنس سے بھی خطاب کیا اور فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی کی۔

قائدِ احرار کی صاحبزادہ طارق محمود کی نمازِ جنازہ میں شرکت:

فیصل آباد (۱۳ ستمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری، پروفیسر خالد شبیر احمد، صوفی غلام رسول نیازی، عبداللطیف خالد چیمہ اور میاں محمد اویس نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما اور ماہنامہ ''لولاک'' کے مدیر صاحبزادہ طارق محمود کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے بعد ایک تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ صاحبزادہ طارق محمود نے اپنے والدِ گرامی مولانا تاج محمود مرحوم کی دینی مسند کو جس طرح سنبھالا اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے تسلسل کے ساتھ جو تحریکی و تصنیفی اور علمی خدمات سرانجام دیں، انہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

احرار رہنماؤں نے کہا کہ صاحبزادہ طارق محمود نے تقریر و تحریر کے ذریعے قادیانیت کا نہ صرف مذہبی حوالے سے بلکہ ملک و ملت کے خلاف سازشوں اور وطنِ عزیز کے خلاف مذموم کارروائیوں سے مستند حوالوں کے ساتھ پردہ چاک کیا اور ساری عمر اکابرِ احرار اور اکابر تحفظ ختم نبوت کے چراغ کو پوری توانائی کے ساتھ جلائے رکھا۔ علاوہ ازیں بزرگ احرار رہنما صوفی غلام رسول نیازی کی رہائش گاہ پر ایک تعزیتی اجلاس بھی منعقد ہوا۔ جس میں مرکزی احرار رہنماؤں کے علاوہ مقامی عہدیداروں اشرف علی احرار، قاری محمد قاسم، عزیز احمد اور احسان اللہ نے بھی شرکت کی۔ اجلاس میں صاحبزادہ طارق محمود کے انتقال پر لواحقین سے ہمدردی و تعزیت کا اظہار کیا گیا۔ اور دعاءِ مغفرت کی گئی۔

عبداللطیف خالد چیمہ کا اوکاڑہ میں خطاب:

اوکاڑہ (۱۵ ستمبر) تحریک تحفظ ختم نبوت کے رہنما اور مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے بخاری مسجد جامعہ حنفیہ انوریہ اوکاڑہ میں ایک دینی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کی تشریح و تعبیر اور فتنۂ ارتدادِ مرزائیہ کے سدِ باب کے لیے شائع ہونے والی کتب پر لگائی جانے والی سرکاری پابندی کو ہم مکمل طور پر مسترد کرتے ہیں۔ ختم نبوت کے مشن کو حکمرانوں کی نام نہاد روشن خیالی کی نذر نہیں ہونے دیں گے کیونکہ یہ سب کچھ روشن خیالی کے نام پر دراصل تاریکی اور ظلمت پھیلانے کے لیے کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآنی و آسمانی تعلیمات نے دنیا کو ظلمت کدے سے نکال کر الہامی روشنی سے منور کیا تھا۔ آج عالمِ کفر امریکہ کی قیادت میں دنیا کو چودہ سو سال سے پہلے والی تاریکی میں دھکیلنا چاہ رہا ہے اور یہ سب کچھ خود ساختہ روشن خیالی کے نام پر کیا جا رہا ہے جو

بذاتِ خود انسانیت کی تذلیل ہے۔انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کا جرم یہ ہے کہ وہ قرآنی والہامی تعلیمات سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔یہی وجہ ہے کہ عالمی کفریہ طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف خطرناک دہشت گردی پر اتر آئی ہے ۔انہوں نے کہا کہ پاپائے روم پوپ بنی ڈکٹ کا بیان نہ صرف اسلام بلکہ انسانیت کی بھی توہین ہے۔انہوں نے بیرون ممالک پاکستانی سفارت خانوں کے ذریعے بننے والے قومی شناختی کارڈز کے لیے جاری ہونے والے فارموں سے ختم نبوت والا حلف نامہ خارج کرنے کو موجودہ حکومت کی بدترین قادیانیت نوازی اور اسلام دشمنی قرار دیتے ہوئے مطالبہ کیا کہ بیرون ممالک پاکستانیوں کے شناختی کارڈز کے لیے فارموں میں ختم نبوت والا حلف نامہ بلا تاخیر شامل کیا جائے۔

انہوں نے حال ہی میں رحلت فرما جانے والے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما صاحبزادہ طارق محمود کی تحفظ ختم نبوت کے لیے شاندار خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا اور ان کے انتقال کو قومی سانحہ قرار دیا جبکہ اجتماع میں صاحبزادہ طارق محمود کے لیے مولانا کفایت اللہ سالک نے اجتماعی دعائے مغفرت کرائی۔اجتماع میں قراردادوں کے ذریعے مطالبہ کیا گیا کہ قادیانی جماعت کو خلافِ قانون قرار دیا جائے،مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے،مسلم اوقاف کی طرح قادیانی اوقاف کو بھی سرکاری تحویل میں لیا جائے،روزنامہ ''الفضل'' سمیت تمام قادیانی جرائد ورسائل کے ڈیکلریشن منسوخ کیے جائیں،قادیانی عبادت گاہوں کی مساجد سے مشابہت ختم کرائی جائے اور اسلامی شعائر کے استعمال سے قادیانیوں کو قانوناً روکا جائے۔

☆......☆......☆

ملتان (۱۵ ستمبر) مجلس احرار اسلام کے مرکزی امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ پوپ بینڈکٹ نے اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کر کے ثابت کر دیا ہے کہ وہ عالم اسلام کے خلاف صدر بش کے شانہ بشانہ کروسیڈی مہم جُو بننے کا عزم رکھتے ہیں۔پوپ کی گفتگو سراسر جاہلانہ ہے۔سید عطاء المہیمن بخاری دارِ بنی ہاشم ملتان میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔انہوں نے کہا کہ پوپ کے منصب پر فائز ہونے سے پہلے بھی بینڈکٹ کی شہرت ایک کٹر مسلم دشمن کی رہی ہے۔پوپ کے تازہ بیان سے دنیا بھر کے مسلم حکمرانوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔صہیونی اور صلیبی انتہا پسند دنیا کو آہستہ آہستہ ایک عالمگیر مذہبی تصادم کی طرف دھکیل رہے ہیں۔بش اور بینڈکٹ کا مشترکہ ہدف عالم اسلام ہے۔سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ دنیا سے طاغوتی تشدد اور ظلم وفساد کو صرف جہاد سے مٹایا جا سکتا ہے۔امریکہ آج کی دنیا کا سب سے بڑا طاغوت ہے اور طاغوت سے کسی قسم کی مفاہمت نہیں ہو سکتی۔

امریکی محکمہ خارجہ کی رپورٹ جھوٹ کا پلندہ اور ہمارے دینی وملکی معاملات میں مداخلت ہے:

ملتان (۱۷) مجلس احرار اسلام پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت نے امریکی محکمہ خارجہ کی ۲۰۰۶ء کے لیے بین الاقوامی مذہبی آزادی کی رپورٹ کے مندرجات کو پاکستان کے مذہبی واندرونی معاملات میں جارحانہ مداخلت قرار دیتے ہوئے اسے مسترد کیا ہے اور کہا ہے کہ پاکستانی حکمرانوں کی سیکولر اور دین دشمن پالیسیوں کی وجہ سے آج امریکی دفتر خارجہ اس حد تک آ گیا ہے کہ وہ ختم نبوت،قانون توہین رسالت (ﷺ) اور حدود اللہ کو امتیازی قوانین قرار دے کر ان سے مسلسل اور

علانیہ تبدیلی کے لیے دباؤ ڈالنے کا اعلان بھی کر رہا ہے۔

مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری اور سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد نے امریکی محکمہ خارجہ کی اس رپورٹ کو سراسر خلاف واقعہ اور یک طرفہ قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اسلامیانِ پاکستان نے بڑی طویل جدوجہد کے بعد بعض اسلامی قوانین اسمبلی سے منظور کروائے جو نہ صرف قیامِ ملک کے مقصد کے قریب ہیں بلکہ ہماری دینی ومعاشرتی اور سیاسی واجتماعی ضروریات کے بھی آئینہ دار ہیں۔ مسلمانوں نے دراصل اسلامی نظام حیات کے عملی نفاذ کے لیے ہی طویل جدوجہد کے بعد پاکستان حاصل کیا تھا لیکن آج اپنے ہی ملک میں اپنی مرضی سے آزادی کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتے۔ امریکہ ہم پر اپنی پسند کے حکمران اور قوانین مسلط کرنے کی راہ پر چل نکلا ہے جو نہ صرف مسلمہ بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی ہے بلکہ ہمارے بنیادی انسانی حقوق بھی سلب کرنے کے مترادف ہے۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ اسلامی قوانین مسلمانوں اور غیر مسلموں پر یکساں نافذ کیے جاتے ہیں بلکہ ایسا تو خود اسلامی قوانین کی روح کے خلاف ہے۔

مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے ملک کی تمام دینی وسیاسی جماعتوں خصوصاً انسانی حقوق کے حوالے سے کام کرنے والی تنظیموں سے درخواست کی ہے کہ وہ امریکی ایجنڈے اور طاقت کے بل بوتے پر مظلوم اقوام کے ساتھ امریکہ کے معاندانہ اور مسلم کش رویے کا بغور جائزہ لے کر اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں۔ بصورت دیگر ہمارے مذہب، کلچر، سیاست، معاشرت اور تعلیم سب کچھ کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دیا جائے گا۔ علاوہ ازیں ہیومن رائٹس فاؤنڈیشن پاکستان کے چیئرمین چودھری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ اور سیکرٹری جنرل سیف اللہ خالد نے امریکی محکمہ خارجہ کی اس رپورٹ کو امریکہ کے عالمی ایجنڈے اور اسلامی ممالک کو اپنے زیرنگرانی رکھنے کے طویل دورانیے والے خطرناک ایجنڈے کا حصہ قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ امریکہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ہماری پارلیمنٹ کے منظور کردہ قوانین اور ہمارے تعلیمی نصاب کے لیے ہمیں ڈکٹیشن دے۔ انہوں نے سوال کیا کہ کیا امریکہ خود اپنے لیے پسند کرے گا کہ کوئی دوسرا ملک اس کے ساتھ یہ سلوک کرے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو اُسے اپنے توسیع پسندانہ اور جارحانہ عزائم پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

ماہانہ مجلس ذکر واصلاحی بیان

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

یکم اکتوبر 2006ء
اتوار بعد نماز مغرب

دفتر احرار 69/C
وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی پہلی اتوار کو بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر واصلاحی بیان ہوتا ہے

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام لاہور فون: 042-5865465

سید صبیح الحسن ہمدانی

ممتاز محقق و سکالر سید سلمان ندوی کے سیرت خلفائے راشدین پر لیکچرز

جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم مولانا فضل الرحیم مدظلہ کے زیر اہتمام جامعہ کے لائبریری ہال میں (یکم تا ۷/ستمبر ۲۰۰۶ء) ممتاز سیرت نگار علامہ سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند اور ڈربن یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ کے سابق سربراہ پروفیسر ڈاکٹر سید سلمان ندوی مدظلہ نے سیدنا ابوبکر صدیق سے لے کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم تک تمام خلفائے راشدین کے ادوار خلافت پر تفصیلی اور تحقیقی لیکچرز دیئے۔

آپ کا کہنا تھا کہ مجموعی طور پر حضرات صحابہ کرامؓ واجب الاتباع ہیں اور آپ کی نیتوں پر شک کرنا اپنے ایمان کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

انہوں نے پروجیکٹر کی مدد سے مختلف تاریخی واقعات کے نقشے بھی پیش کیے اور مختلف تاریخی مغالطوں کی پرزور تردید بھی فرمائی۔ انہوں نے فرمایا کہ جنگ جمل اور پھر صفین کا سبب بنیادی طور پر سبائی باغیوں کی فتنہ پروری تھی۔ سیدنا معاویہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہما سے استحقاق خلافت پر اختلاف نہیں کیا' نہ ہی آپ کا مؤقف ادعائے خلافت تھا۔ سید معاویہؓ اور سیدنا علیؓ کے درمیان قصاصِ سیدنا عثمانؓ پر اختلاف ہوا' انتظامی معاملہ تھا۔

ایک سوال کے جواب میں سیدنا معاویہؓ کے فضائل بیان کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ حضرت معاویہؓ نبوی بشارت یافتہ بحری جنگوں کے بانی اوّل ہیں۔ حتیٰ کہ مغفور لہم کی خوشخبری سے سرفراز لشکر کو بھیجنے کا سہرا بھی آپ کے سر ہے اور اس لشکر میں سیدنا ابوایوب انصاریؓ، سیدنا حسینؓ اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے آپ کے مقرر کردہ امیر جیش اور آپ کے بیٹے یزید بن معاویہؓ کی سربراہی میں مدینہ قیصر قسطنطنیہ پر چڑھائی کی۔

کورس کے آخر میں مہمانِ معظم کی خصوصی دستخط سے شرکاء میں اسناد بھی تقسیم کی گئیں۔ اختتامی تقریب میں حضرت مولانا فضل الرحیم نے خطاب کیا۔

☆......☆......☆

زکوٰۃ کا حساب لگانے کا آسان طریقہ

نصاب: 52.5 (ساڑھے باون) تولہ یا 612.36 گرام چاندی یا اس کی مالیت .... ____________

زکوٰۃ واجب ہونے کی قمری تاریخ .... ____________

اس تاریخ کو ملکیت میں موجود مندرجہ ذیل اشیاء میں تمام قابل زکوٰۃ اثاثوں کی مارکیٹ ریٹ کے مطابق موجودہ مالیت بالترتیب تحریر کریں:

1 سونا: خواہ کسی بھی شکل میں ہو اور کسی بھی مقصد کے لیے ہو .... ____________

2 چاندی: خواہ کسی بھی شکل میں ہو اور کسی بھی مقصد کے لیے ہو .... ____________

3 نقد رقم:

(الف) ہاتھ میں، بینک بیلنس، کسی کے پاس امانت .... ____________

(ب) غیر ملکی کرنسی اور پرائز بانڈز .... ____________

(ج) مستقبل کے کسی بھی مقصد مثلاً حج وغیرہ کے لیے جمع شدہ رقم .... ____________

(د) انشورنس پالیسی میں اپنی اصل جمع شدہ رقم .... ____________

(ہ) قرض دی ہوئی رقم جبکہ قرض لینے والا اس کا اقرار کرے، کسی بھی مقصد کے لیے ایڈوانس دی ہوئی رقم جس کا اصل یا بدل واپس ملے گا۔ بی سی (کمیٹی) میں جمع شدہ رقم، مکان یا چیز تیار ہونے سے قبل اس کی بکنگ میں دی ہوئی رقم .... ____________

(و) سرمایہ کاری مضاربہ یا شراکت داری میں لگی ہوئی رقم، ہر قسم کے بچت سرٹیفکیٹس وغیرہ، پراویڈنٹ فنڈ کی وہ رقم جو اپنے اختیار سے کسی محکمے میں منتقل کروادی ہے .... ____________

4 فروخت کرنے کے لیے خریدا گیا سامان، جائیداد، حصص، خام مال ____________

(الف) فروخت شدہ چیز کی قابل وصول رقم (Book Debts) .... ____________

(ب) سامانِ تجارت کے عوض حاصل شدہ چیز .... ____________

مجموعہ قابل زکوٰۃ مال: ____________

مالی ذمہ داریاں:

1 قرض (ادھار لی ہوئی رقم)، ادھار خریدی ہوئی چیز کی قیمت، بیوی کا مہر جس کے ادا کرنے کی نیت ہے، کمیٹی حاصل کرنے کے بعد بقیہ اقساط کی رقم) .... ____________

2 ملازمین کی تنخواہ جس کی ادائیگی اس تاریخ تک لازم ہو چکی ہے .... ____________

3 ٹیکس، کرایہ، یوٹیلٹی بلز جن کی ادائیگی اس تاریخ تک لازم ہو چکی ہے .... ____________

4 گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ کی وہ رقم جو ادا نہیں کی گئی .... ____________

مجموعہ مالی ذمہ داریاں: ____________

کل مملوکہ قابل زکوٰۃ مال کی رقم .... میں سے مجموعہ مالی ذمہ داریوں کی رقم .... کو منہا کر کے جو باقی بچے وہ قابل زکوٰۃ مال کی صافی رقم .... ہے۔ اب اس قابل زکوٰۃ مال کی رقم کو چالیس پر تقسیم کریں۔ حاصل قسمت جتنی رقم .... ہو وہ اصل واجب زکوٰۃ رقم ہے۔ اس رقم کو مصارفِ زکوٰۃ میں صرف فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

جنت میں گھر بنائیے

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام
چیچہ وطنی کے زیر انتظام

مرکزی مسجد عثمانیہ

ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی کی تعمیر مسلسل جاری ہے۔ تقریباً دو کنال رقبے پر مشتمل مسجد اور ملحقات تکمیل کے آخری مراحل میں ہیں اور بجلی کی وائرنگ کا کام مسلسل جاری ہے۔ **45x60** کے مسجد کے ہال میں مستقبل میں ائرکنڈیشنڈ کے بڑے یونٹ لگانے کے لیے ابھی سے حسب ضرورت زمین دوز وائرنگ کا اہتمام کرلیا گیا ہے۔ اب تک تقریباً ساٹھ لاکھ روپے سے زائد خرچ ہو چکا ہے جبکہ رنگ روغن، بالائی حصے کے دروازے، ہال کے لکڑی کے مین دروازے منبر ومحراب کے کام سمیت متعدد متفرق کام ابھی باقی ہیں۔ جن کے لیے کم از کم بیس لاکھ روپے کا تخمینہ ہے جبکہ ائرکنڈیشنڈ کا خرچہ اس کے علاوہ ہے۔

الحمد للہ **مرکزی مسجد عثمانیہ** مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کا یکے بعد دیگرے تیسرا مرکز ہے۔ جو ان شاء اللہ مستقبل میں اپنی شناخت اور نظریاتی وفکری کام خصوصاً عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے منفرد کردار ادا کرے گا۔ مسجد عثمانیہ کی تکمیل کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ چیچہ وطنی میں چوتھے مرکز احرار **"مسجد ختم نبوت اور ختم نبوت سنٹر"** رحمان سٹی ہاؤسنگ سکیم اوکانوالہ روڈ چیچہ وطنی کی تعمیر کا آغاز کیا جائے گا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے: ایں سعادت بزور بازو نیست

جملہ احباب ومعاونین سے درخواست ہے کہ دعا اور تعاون جاری رکھیں

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر: **9-2324** نیشنل بینک جامع مسجد بازار چیچہ وطنی
اکاؤنٹ بنام: مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی

منجانب انجمن مرکزی مسجد عثمانیہ (رجسٹرڈ) ای بلاک لوائکم ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی **0300-6939453**

Monthly"Naqeeb-e-Khatm-e-Nabuwwat"Multan.Regd.M.No:32

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ — امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

بانی

سیّد عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ

28 نومبر 1961ء

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

الحمد للہ

مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر پر گامزن ہے اور تسلسل کے ساتھ ترقی کررہا ہے۔ طلباء کے لیے مدرسہ معمورہ اور طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری شعبوں میں تعلیم جاری ہے۔

- دارالقرآن
- دارالحدیث
- دارالمطالعہ
- دارالاقامہ

کی تعمیر میں حصہ لیں

2004ء میں مدرسہ سے ملحق ایک مکان خریدا گیا

جس میں اب دارالقرآن، دارالحدیث اور دارالمطالعہ کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔ احباب سے اپیل ہے کہ حسبِ سابق نقد وسامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔

ترسیلِ زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

الداعی الی الخیر ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

Designed by 0321-6358191